ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ
۲۱ جون ۱۹۶۸ء

...کار مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

۲۵ پیسے

عشرہ صد احادیث نبویؐ

جامع شریعت وطریقت وقار العلماء والصلحاء حضرت مولانا بشیر احمد پسروری مدظلہٗ

تقویٰ کا معیار

۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِہٖ اِلٰی مَا بِہٖ بَأْسٌ۔

ترجمہ: تقوے کا بلند اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان ایسے کاموں سے جن میں کوئی حرج نہیں اور خطرہ نہیں اس لئے کنارہ کرے اور بچتا رہے تاکہ اس کام کے کرنے سے کسی ممنوع اور ناپسندیدہ کام کے کرنے تک نوبت نہ پہنچ جائے۔

(فائدہ) بعض کام شریعت میں کسی حد تک مباح ہیں یعنی انکا کرنا درست ہے۔ لیکن وہی کام شرعی حد سے بڑھ جائیں تو ناجائز اور ممنوع ہو جاتے ہیں۔ شریعت مبارکہ میں تقویٰ کا مقام کمال احتیاط پر مبنی ہے۔ ہم کھانے پینے میں صحت کی بحالی کے لئے ضرور احتیاط کرتے ہیں لیکن دین کے معاملہ میں احتیاط کرنا تو درکنار کھلم کھلا شرعی حدیں توڑ جاتے ہیں۔ حقہ، سگریٹ اور بعض دیگر امور کو ہم ثواب سمجھ کے بڑے اہتمام اور اسراف مال سے کرتے ہیں۔ مثلاً شب معراج اور میلاد النبیؐ لیلۃ القدر اور دیگر تہواروں کی راتوں میں بے جا چراغاں اور دیوالی کو ثواب سمجھتے ہیں۔

اولیاء کی نظر میں تقویٰ کی حقیقت

سلطان المشائخ حضرت طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

التقوی العمل بطاعۃ اللّٰہ علٰی نورٍ مِنَ اللّٰہِ رجاء رحمۃ اللّٰہ۔ وَ ترکُ المعاصی مخافۃ عذاب اللّٰہ

ترجمہ: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی روشنی میں محبت اور اخلاص کے ساتھ رحمت الٰہی حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کرتے رہنا۔ ۲۔ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے خدا سے ڈرتے ہوئے بدعات اور گناہوں سے بچتے رہنا۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔

سراج الائمۃ امام الائمہ سید المسلمین حافظ الحدیث والسنن حضرت امام اعظم نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد رشید فقیہ خراسان المحدث الفقیہ شیخ الاسلام حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ فرماتے ہیں کہ انسان اعلیٰ، افضل، متقی اس وقت ہوتا ہے جب مکمل طور پر ممنوعات سے بچتا رہے۔ حتیٰ کہ اگر ننانوے ممنوع کاموں سے پرہیز کیا اور صرف ایک معصیت کا ارتکاب کر لیا تو تقوے ناقص ادھورا اور غیر مکمل ہے۔ (ج ۱ ص ۲۴)

۵۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاہِلِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَ اٰمَنَ بِیْ مَرَّۃً وَ طُوْبٰی لِمَنْ لَمْ یَرَانِیْ وَ اٰمَنَ بِیْ سَبْعَ مَرَّاتٍ

ترجمہ: حضور اکرم ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھ کر ایمان قبول کیا انہیں بھی مبارک ہو اور جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور ایمان لائیں گے ان کو تو سات مرتبہ مبارک ہو۔ (ج ۱ ص ۲۷)

وُرثاء کے لئے احکام

۶۔ عَنْ ابنِ عمرَ رضی اللّٰہُ عنہما قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقولُ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ فَلَا تَحْبِسُوْہُ وَاَسْرِعُوْا بِہٖ اِلٰی قَبْرِہٖ وَ لْیُقْرَأْ عِنْدَ رَاْسِہٖ بِفَاتِحَۃِ الْبَقَرَۃِ وَ عِنْدَ رِجْلَیْہِ بِخَاتِمَۃِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ۔

ترجمہ: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی فوت ہو جائے تو اس کے دفن کرنے میں قطعاً دیر نہ کرو۔ بلکہ بہت جلدی کرو۔ دفن کرکے اس کی قبر کے سرہانے الٓمٓ ذٰلک الکتاب سے ھم المفلحون تک پڑھو اور پیروں کی طرف للّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض سے علی القوم الکٰفرین تک پڑھو اور جب میّت کو لحد میں تین آدمی رکھنے لگیں تو سب مل کر پڑھیں۔ بسم اللّٰہ وَ علٰی ملّۃ رسولِ اللّٰہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی اولاد کو ان باتوں کی بوقت وفات وصیت فرمایا کرتے تھے۔ (ج ۱ ص ۲۸)

فائدہ: جنازہ کے بعد فوراً دعا مانگنی جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا معمول ہے بلکہ اسے عملاً واجب تک پہنچاتے ہیں اور نہ کرنے والے کو طعن تشنیع کرتے ہیں۔ قطعاً کہیں سنت سے ثابت نہیں اور نہ ہی آئمہ اور فقہا کرام نے کہیں اس کو لکھا ہے سلطان العارفین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی نقشبندی (جن کی علمی عملی بلندی عالم اسلام میں مسلّم ہے (جن کا فیض اب تک جاری اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان کی شفاعت نصیب فرمائیں) کا جنازہ خود ان کے فرزند ارجمند حضرت علامہ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ اور بعد میں کوئی دعا نہیں مانگی ملاحظہ ہو کتاب حضرات القدس ص روضۃ القیومیہ ص)

۷۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا کہ (۱) سیدنا حضرت آدم علیہ السلام پانچسو برس جنّت میں رہے (۲) ظہر اور عصر کے درمیان ہند میں اتارے گئے (۳) روٹی کے لئے تنور بنایا۔ یہی تنور حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچا۔ (۴) ہندوستان سے بیل کی سواری پر چالیس حج کئے (۵) حضرت حوا جدّہ میں اتاری گئیں (۶) شیطان بصرہ کے قریب جنگل میں لٹکایا گیا (۷) سانپ نے اصفہان میں ڈیرہ لگایا (۸) عجیب نکتہ۔ امیر المؤمنین واثق باللہ کی مجلس میں سوال پیدا ہوا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج فرمایا تو ان کا سر کس نے مونڈا۔ تمام حاضرین جواب سے عاجز رہے۔ واثق باللہ نے فرمایا میں اس صاحب علم کو بلاتا ہوں جو اس کا صحیح جواب دے گا ــــ تب

(باقی ص ۱۵ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۶۸ء | شمارہ ۷

قوانینِ اسلامی رائج کیجیے

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ نے اپنے ایک بیان میں مطالبہ کیا ہے کہ ملک میں کتاب و سنت کے مطابق قوانین رائج کئے جائیں کیونکہ مملکتِ خداداد پاکستان کے عوام کی فلاح کا راز قرآن و حدیث کی پیروی ہی میں مضمر ہے۔ اور صرف یہی ایک دستورِ حیات ہے جو تمام مشکلات و مصائب اور پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کر سکتا ہے۔ اسی طرح جمعیۃ علماء اسلام مشرقی پاکستان کی عظیم الشان کانفرنس میں جو شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ خاص اور مشرقی پاکستان کے عظیم روحانی پیشوا حضرت مولانا حافظ بشیر احمد مدظلہٗ کی زیرِ صدارت کشور گنج میں منعقد ہوئی۔ مشرقی پاکستان کے سینکڑوں نامور علماء و صلحاء اور لاکھوں عوام نے مختلف قرار دادوں کے ذریعے حکومتِ پاکستان سے پُرزور مطالبہ کیا ہے کہ غیر اسلامی قوانین کو جلد از جلد منسوخ کر کے پاکستان کا دستور قرآن و حدیث کے مطابق بنایا جائے، ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی "اسلام" نامی کتاب کو ضبط کر کے ڈاکٹر صاحب کو ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے سربراہ کے عہدہ سے برطرف کیا جائے اور ہر قسم کے فتنہ ہائے ارتداد کا انسداد کیا جائے۔

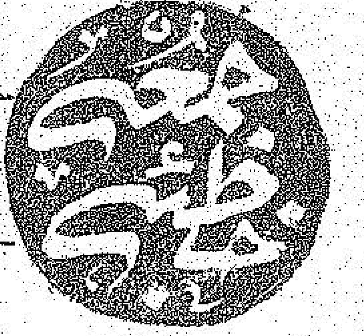
ظاہر ہے یہ قرار دادیں اور حضرت درخواستی مدظلہٗ کا بیان باشندگانِ پاکستان کی عظیم اکثریت کی آواز ہے۔ سب جانتے ہیں کہ یہ ملک صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں نے اپنی جانوں اور مالوں کا سودا کر کے اور بہت بڑی قربانیاں دے کر پاکستان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا تھا۔ چنانچہ آج تک مسلمانانِ ہندوستان صرف اسی جرم کی پاداش میں کہ ان کی اکثریت نے پاکستان کے حق میں ووٹ کیوں دیا تھا ہندو سامراج کی چکی میں پس رہے ہیں اور بھارت میں ہر جگہ ان پر عرصۂ حیات تنگ ہے۔ لیکن مسلمانوں نے محض اس مفروضہ پر کہ پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تہذیب و معاشرت کا دور دورہ ہوگا۔ ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر نظریۂ پاکستان کی تائید و حمایت کی۔ اب کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اکیس برس گزر جانے پر بھی ان کی قربانیوں کا کوئی صلہ انہیں نہیں ملا۔ اور نہ وہ تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوئیں جو قیامِ پاکستان کے وقت ان کے دلوں میں چٹکیاں لے رہی تھیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں پاکستان نے ترقیٔ معکوس ہی کی ہے اور ہر آنے والا لمحہ اسلام اور اسلام پسندوں کے لئے نازک سے نازک تر اور بہت بڑی آزمائش بنتا چلا جا رہا ہے، کہیں اسلام کی نت نئی تعبیرات ہو رہی ہیں، کہیں سوشلزم کو اسلام کا بنیادی پتھر بنایا جا رہا ہے اور کہیں اسلام کے عملی نمونوں اور شمعِ رسالت کے پروانوں کو ہدفِ مطاعن بنایا جا رہا ہے۔ غرض کہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں — بے حیائی کھُل کھیل رہی ہے، فواحش و منکرات عام ہیں ارتداد کے فتنے مختلف صورتوں میں اُمڈے چلے آ رہے ہیں مگر اس کے برعکس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر طرح طرح کی پابندیاں ہیں سنگہا را بستند و سگاں را کشادند کا مقولہ پورے طور پر صادق آ رہا ہے۔ حالانکہ قوم سے کئے گئے وعدوں اور نظریۂ پاکستان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اس ملک میں کتاب و سنت کا بول بالا ہوتا قرآن و حدیث کے مطابق قوانین رائج ہوتے ہر طرف اسلامی تہذیب و معاشرت کے عملی نمونے چلتے پھرتے دکھائی دیتے اور ارتداد کا نام و نشان بھی نظر نہ آتا لیکن یہ سب کچھ ہے اور جو کچھ ہونا چاہئے تھا وہی عنقا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین پسند موجودہ صورتِ حال سے اپنے اندر ایک گھٹن محسوس کرتے ہیں اور علماء حق مسلسل یہ آواز بلند کر رہے ہیں کہ قوم سے کئے گئے مواعید کو

(باقی ص۵ پر)

ہمیں کیا کرنا ہے

حالیہ صدیوں میں مسلمانوں کی دینی و ملّی جد و جہد میں ایک اہم کڑی کھوئی گئی ہے اور وہ ہے آج کی دنیا کو نہ سمجھنا اور اس کے تقاضوں کی رعایت نہ کرنا۔ یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی وجہ سے مسلمان جدید دور میں اپنی جگہ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ دوسری تمام دینی و ملّی کوششوں کے ساتھ اس میں ایک اور مہم کا اضافہ کیا جائے جس کا مقصد ہو — جدید فکر سے صحیح طور پر لوگوں کو متعارف کرنا، جدید دور کے تقاضوں سے امت کو آشنا کرنا، جدید ضرورت کے مطابق اسلام کی ترجمانی کرنا، جدید حالات کی مناسبت سے تعمیر و ترقی کے ذرائع اختیار کرنا، جدید مسائل کے درمیان صحیح رہ نمائی فراہم کرنا اور بالآخر ایک نئے جزو کے اضافہ کے ساتھ امت کی تمام کوششوں کو وقت کے حالات سے اس طرح جوڑ دینا کہ ہماری موجودہ کوششیں زیادہ مؤثر اور امت کے مستقبل کے لئے زیادہ مفید بن سکیں۔ (وحید الدین خاں، ایڈیٹر الجمعیۃ دہلی)



۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۶۸ء

عقیدۂ ختم نبوت

ہمارے ایمان کی اساس اور اسلام کی جان ہے!

(۲)

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۠

(پ ۲۲ س الاحزاب آیت ۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالےٰ ہر چیز کا جاننے والا۔

بزرگانِ محترم! گذشتہ جمعہ اسی آیت مبارکہ اور اسی عنوان پاکیزہ کے تحت بیان ہوا تھا اور آج بھی اسی عنوان سے خطاب مقصود ہے کیونکہ یہ ربیع الاول کا مقدس مہینہ ہے اور اس مہینے میں اکثر معمول کے مطابق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت مبارک کی مناسبت سے آپ کے فضائل و شمائل ہی بیان کئے جاتے ہیں۔ چونکہ ختم نبوت کا حامل ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا شرف اور دیگر انبیاء پر فضیلت کا سبب ہے اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس ماہِ مبارک میں اسی عنوان سے گفتگو کی جائے۔ میرا ایمان ہے کہ خدائے علیم و حفیظ نے اپنے کلام پاک کے ایک ایک لفظ میں اسرار و نکات کے جو خزانے چھپا رکھے ہیں ان کی حقیقت سے کما حقہٗ واقف وہی ذاتِ بے ہمتا ہے اور ساری مخلوق مل کر اس کے کلام کے ایک لفظ کی تشریح بھی نہیں کر سکتی۔ ہاں اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر شخص اس بحرِ ناپیدا کنار سے موتیوں کے کچھ دانے چن سکتا ہے۔ اسی لئے مفسرین و علماء کرام کی ایک کثیر تعداد نے تفسیر و شرحیں لکھی ہیں اور جب ان پر نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے۔ ؏

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

تاہم اس آیت کی تفسیر میں ہزاروں نکات و اسرار بیان کرنے کے باوجود امتِ مسلمہ کے تمام علماء و صلحاء اور محدثین و مفسرین حتیٰ کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود رحمتِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر متفق ہیں کہ کلام اللہ کی یہ آیت پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور ان کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کا یہ ایک ایسا اجتماعی عقیدہ ہے کہ جس کا انکار دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور کوئی شخص ختم نبوت کا انکار کرکے مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

اس آیت مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عجیب پیرائے میں بیان کی گئی ہے اور آپؐ کے مخالفین کا منہ بند کرکے رکھ دیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا الزام دیتے تھے ان کو بتایا گیا ہے کہ اے نادانو اور عقل کے دشمنو! جس پاکباز اور بے مثل انسان پر ابتر ہونے کا الزام لگاتے ہو وہ نسبی اولاد کے نہ ہونے کے باوجود اتنی مخلوق کا باپ ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی کیونکہ وہ اللہ کا رسول اور پھر خاتم النبیین ہے۔ ہر ذی علم جانتا ہے کہ نبی امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اور جب تک کوئی دوسرا نبی یا رسول نہ بھیجا جائے اس وقت کی تمام پیدا ہونے والی امت اسی کی اولاد ہوتی ہے۔ اور اس کا سلسلہ ابوت جاری رہتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہے۔ اس لئے ان کا سلسلۂ ابوت قیامت تک جاری رہیگا اور صبح قیامت تک جتنے مسلمان پیدا ہونے والے ہیں وہ سب آپؐ کی اولاد ہوں گے۔ اسی بناء پر آپؐ تمام انبیاء و رسل میں سب سے زیادہ کثیر اولاد ہوئے۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپؐ کل مخلوق اوّلین و آخرین سے زیادہ اولاد والے ہیں اور یہی غرض ہے آپؐ کے اس فرمان کی:۔

اِنِّیْ اُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ۔

ترجمہ: میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ

نے پہلے یہ پیش گوئی فرما دی کہ آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور آپ کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہیں بچے گی۔ اور پھر یوں ڈھارس بندھائی کہ آپ رسول اللہ ہونے کے باعث اپنی امّت کے روحانی باپ ہیں۔ مقطوع النسل نہیں اور آخر میں یہ ارشاد فرما کہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی علوشان اور عظمت کا تذکرہ کیا ہے۔ غرضکہ لفظ خاتم النبیین کا اضافہ فرما کر حق تعالےٰ سبحانہٗ نے کفار کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور آپ کے کامل ہونے کو خوب روشن کرنے کے لئے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ آپ تو اتنے کثیر الاولاد ہیں کہ اللہ کی تمام مخلوق میں کوئی ہستی اگر کسی اور وصف میں آپ کی ثانی نہیں تو اولاد کی کثرت میں بھی آپ کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی ——— کیونکہ آپ کا سلسلہ ابوت تا قیامت چلنے والا ہے۔ کوئی نبی آپ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں اور پھر وعدۂ الٰہی ہے کہ یہ دین متین کبھی محرّف نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس دین مبین کے ماننے والوں کی کثرت اندازے سے بھی باہر ہوگی چنانچہ حدیث میں صراحت ہے کہ قیامت کے دن ملائکہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے آدمی آئے ہیں اتنے کسی نبی کے ساتھ نہیں آئے۔

آخری رسولؐ آچکا

دوسرا نکتہ لفظ خاتم النبیین بڑھانے میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام امتوں کو متنبہ فرمایا ہے ——— کہ اے ہوا و ہوس کے بندو! اور غفلت کی نیند سونے والو! ہمارا آخری رسول آچکا، یہ ہمارا آخری پیغام لے کر تمہاری طرف آیا ہے اس کے مواعظ و ارشادات کو گوشِ ہوش سے سنو اور اپنے حواس و ہوش اور قلوب و اذہان کو درست کرکے اس کے اتباع سے دین و دنیا اور معاش و معاد کو سنوار لو! دیکھو! اس کے بعد پھر کوئی جدید آسمانی پیغام زمین والوں کی طرف نہ بھیجا جائے گا اور نہ کوئی نیا نبی مبعوث ہوگا ——— یاد رکھو! دنیا سے وہ مائیں اٹھا لی گئی ہیں جو نبی جنا کرتی تھیں اب قیامت تک کوئی ماں ایسی پیدا ہونے والی نہیں جو نبی جنے ——— اس لئے دین و دنیا کی اصلاح اور وصول الی اللہ صرف اسی کی تصدیق اور اسی کے اتباع میں منحصر ہے۔ اس کی ہدایت پہ کان دھرو اور طعن و تشنیع سے باز آجاؤ۔

حدیث کی گواہی

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ خُطْبَۃِ الْوَدَاعِ۔ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَکُمْ۔

(رواہ ابن جریر و ابن عساکر)

ترجمہ: ابن جریر اور ابن عساکر نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع میں فرمایا تھا ——— "لوگو! یاد رکھو! کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امّت نہیں۔

دوسری شہادت

رَوَی اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا اَنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (زرقانی ج ۵ ص ۳۶۷)

زرقانی (شرح المواہب اللدنیہ) میں ہے کہ امام احمد، امام ترمذی، امام حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ختم نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا شرف اور امتیازی وصف ہے اس کا انکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف خصوصی کا انکار اور قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ اس لئے عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرکے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا اور نہ ہی اس کے ایمان کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ (باقی۔باقی)

بقیہ: اداریہ

پورا کیا جائے اور جس مقدس نام پر پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اسی کی ملک میں فرمانروائی ہو اور ایسا کرنے میں وہ قانوناً، اخلاقاً، شرعاً ہر اعتبار سے حق بجانب ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس مطالبہ اور آواز پہ کان دھرنے اور اس کے لئے مؤثر عملی جد و جہد اور اقدامات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایڈیٹر خدام الدین کراچی میں

مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور شورش کیس کے سلسلہ میں ہائی کورٹ کی طلبی پر گواہی دینے کے لئے ۲۳ر جون کو کراچی پہنچ رہے ہیں احباب مطلع رہیں۔ (نور محمد انور)

جامع مسجد نہر والی گنج مغل پورہ

اپنی اہمیت کے اعتبار سے علاقہ گنج مغلپورہ میں ایک خصوصی مقام رکھتی ہے اور اس کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ پھلے پھولے اور نشوونما پائے۔ لیکن آبادی ارباب ثروت پر مشتمل نہیں اور اس لئے یہ مسجد اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہمیشہ اصحاب خیر کی توجہات خصوصی کی محتاج رہتی ہے۔ اب مسجد سے ملحق ایک اور مکان خرید لیا گیا ہے اور اس میں مدرسہ جاری کرنے کا ارادہ ہے جو اس علاقہ میں واحد دینی مدرسہ ہوگا۔ اس لئے دین سے محبت رکھنے والے ارباب خیر سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اپنے عطیات سے نوازیں اور عند اللہ اور عند الناس ماجور ہوں۔ رقوم مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کی جائیں۔ (صدر انجمن اسلامیہ رجسٹرڈ جامع مسجد نہر والی گنج مغل پورہ لاہور)

دعائے مغفرت

مولوی محمد ابراہیم صاحب نمائندہ جمعیۃ علمائے اسلام پرانا دھرم پورہ کے والد ماجد چند روز علیل رہ کر رحلت کر گئے ہیں مرحوم نہایت ملنسار، با اخلاق اور پابند صوم و صلوٰۃ انسان تھے۔ قارئین خدام الدین مرحوم کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مجلس ذکر

۱۶ر صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۳ر جون ۱۹۶۸ء

ماں باپ اور استاد کا ادب

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى: اَمَّا بَعْدُ:-

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

(پ ۱۵ س بنی اسرائیل ع ۲- آیت ۲۳-۲۴)

ترجمہ:- اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو اور کہو اے میرے رب! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

ماں اور باپ کے حقوق کی تعیین۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا "یا رسول اللہ! مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟" آپ نے فرمایا "تیری ماں کا"۔ پھر پوچھتا ہے آپؐ فرماتے ہیں "تیری ماں کا"۔ تیسری بار پھر پوچھتا ہے تو آپؐ پھر فرماتے ہیں "تیری ماں کا"۔ چوتھی مرتبہ پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا "تیرے باپ کا"۔ اب دیکھئے کس طرح تولہ، ماشہ اور رتی رتی انہوں نے حساب لگا کر کے بتا دیا کہ ماں کا حق تین گنا زیادہ ہے۔ اور اسی کے پاؤں کے نیچے جنت قرار دے دی گئی۔ اور باپ کے حق کا مقام بھی متعین کر دیا۔

بیوی کے مقابلے میں ماں کے حق کی افضلیت

مثال کے طور پر میں کہتا ہوں آپ بیسیوں مقامات پر دیکھیں گے اور اپنا تجربہ ہے کہ بیوی وفات پا جاتی ہے، ذی استطاعت خاوند فوراً دوسری شادی کر لیتا ہے۔ بعض اوقات جوان بیویاں ایک ایک بچے کے لئے ساری زندگی گذار دیتی ہیں، چکیاں پیس پیس کر بچوں کو پالتی ہیں محض اس لئے کہ بچہ برباد نہ ہو جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ماں کا حق بہت زیادہ ہے۔ اگر ماں چھن جائے تو دوسری ماں کسی قیمت پر میسر نہیں آ سکتی۔ اگر خدا نخواستہ کبھی آزمائش کا وقت آ جائے تو ماں کو بیوی پر ہرگز قربان نہ کرو بلکہ بیوی کو ماں پر قربان کرو۔ اگر تمہارے پاس دولت ہے تو شام سے پہلے پہلے ایک نہیں بتیس بیویاں مل سکتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور اس کو ستا کر تم جنت حاصل نہیں کر سکتے، اس کو راضی کر کے جنت حاصل کر سکتے ہو۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا اپنی کافرہ ماں کا ادب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی ماں سکھنی تھی۔ ذرا ذرا بات پر ان کو لہو لہان کر دیتی تھی۔ جب وہ راضی ہوتی تھی تو اس کو فرمایا کرتے "اِک دفعہ بے بے کلمہ تے پڑھ لے" (اماں جان! ایک مرتبہ کلمہ طیبہ تو پڑھ لیجیے) ——— بس جناب اس کی خوشی کافور اور مار مار کر کے بُرا حال کرتی۔ حضرت سندھیؒ نے پیر جھنڈے میں تقریر کی اور اپنی ماں کا واقعہ سنایا کہ ایک بار اس نے آپؒ کو نمک لینے کے لئے بازار بھیجا، آپؒ راستے میں نماز میں شریک ہو گئے۔ وہ ساری زندگی حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو "بوٹا سنگھ" ہی کہتی رہی کیونکہ قبولِ اسلام سے پہلے آپ کا یہی نام تھا اور لطف یہ کہ اگر کوئی دوسرا ان کو بوٹا سنگھ کہتا تو لڑ پڑتی تھی کہ تم "مولانا صاحب" کہو اور خود "بوٹا سنگھ" ہی کہتی۔ "بوٹیا کتھے گیا سیں؟" (بوٹا سنگھ! کہاں گئے تھے؟) حضرت سندھیؒ نے فرمایا "بے بے جماعت کھلوتی ہوئی سی، میں وی نماز وچ شریک ہو گیا"۔ (اماں جان! جماعت کھڑی ہو چکی تھی، میں بھی نماز میں شریک ہو گیا) ——— بس جوتا لے کر مارنا شروع کر دیا اور جوں عصر سے مارنا شروع کیا مغرب تک چھوڑا ہی نہیں "میں لون لین گھلی آں تے توں تما جاں پڑھن لگ پگیا ایں؟" (میں نمک لینے بھجواتی ہوں اور تو نمازیں پڑھنے لگ جاتا ہے؟) بس مار مار کر بُرا حال کر دیتی۔ حضرت سندھیؒ بیٹھے رہتے اور مار کھاتے رہتے۔ جب تھک گئی، چھوڑا تو حضرت سندھیؒ ہنس کے فرمانے لگے "بے بے جتی پکڑاواں کہ تھک پئی ایں؟" (اماں! جوتا پکڑاؤں یا تھک گئی ہو؟) اس کے بعد دوسرے دن جمعے کی نماز تھی، نماز سے قبل تقریر میں فرمایا:-

"دیکھو! مجھے یہ زخم ہیں۔ ماں نے مارا ہے۔ اکیلا دوکیلا میں ہی ہوں۔ میرا باپ میری ولادت سے تین چار مہینے پہلے ہی وفات پا گیا۔ کوئی بھی اس بے چاری غریب کا نہیں ہے سوائے میرے اور اسے دُکھ ہے کہ میں سب کچھ چھوڑ چکا ہوں اور اسے میری وجہ سے سب کچھ چھوڑنا پڑ گیا۔ اسلام اس نے قبول نہیں کیا۔ جبر و اکراہ اسلام میں جائز نہیں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ زبردستی کر نہیں سکتے تھے کہ کلمہ طیبہ پڑھاتے۔ اخیر تک کافر کی کافر مری۔ اسلام اس کے نصیب ہی میں نہ

تھا - وہ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۵ کی مجسم تصویر تھی ۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ - کی مصداق وہ نورِ بصیرت گم کر چکی تھی - ممسوخ الفطرت ، لیکن اس کی خدمت کر کے مولانا سندھیؒ نے فرمایا کہ قرآن میں اللہ نے تعلیم دی ہے فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ ، ماں باپ کے سامنے اُف بھی نہ کرو چاہے بظاہر وہ تم پر کتنا بھی ظلم اور زیادتی کریں -

استاد کا ادب ہر حال میں لازم ہے

کوئی بھی ماں باپ بچوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن تادیب کے لئے اگر ماں باپ سزا نہ دیں ، معمولی سی بھی سرزنش نہ کریں تو بچہ کبھی بھی انسان نہیں بن سکتا - سب سے بڑی محسنہ ماں ہے اور اس کے بعد سب سے بڑا محسن باپ اور استاد ہے - حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے نو برس کی عمر میں پڑھنے کے لئے دیوبند بھیجا - روانگی کے وقت آپؒ نے ایک ہی نصیحت کی - فرمایا "جورِ استاذ بہ زمہرِ پدر" بس وہ جملہ میرے دل پر نقش ہو گیا - اگرچہ استاد کی سزا کو تم بظاہر "ظلم" بھی سمجھو لیکن در حقیقت وہ تمہارے باپ کے پیار اور شفقت سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ یہ انسان بناتا ہے - انسان اور حیوان میں فرق تو علم ہی کا ہے - کائنات میں انسان کو ساری مخلوقات پر فوقیت اللہ تعالیٰ کی عظیم المرتبت صفت علم ہی کی بنا پر تو ہے - اس لئے اگر استاد بسا اوقات مار بھی بیٹھتا ہے تو وہ آپ کی بہتری اور بھلائی ہی کے پیشِ نظر ایسا کرتا ہے ورنہ کوئی دشمن تھوڑا ہی ہے - دشمن ہوتا تو کیوں پڑھاتا ؟ - استاد ہی فرض کیا باپ بھی ہے - حضرتؒ نے ہمیں جھڑکا بھی نہیں کبھی لیکن حق رکھتے تھے اور یہی حق انہوں نے جتایا کہ "استاد کی خدمت کرو ، ان کے جوتے سیدھے کرو ، ان کے سامنے آنکھ نہ اٹھاؤ ، سبق پڑھ کر کے مطالعہ کرو ، پھر تکرار کرو ، ضرورت پیش آئے تو دوبارہ سہ بارہ استاد ہی سے دریافت کرو - لیکن ان کے کام کرو ، دباؤ (مٹھی چاپی کرو) پانی بھر کے دو"، یہ حضرتؒ نے ہمیں تعلیم دے کر بھیجا - نیز فرمایا خدا نخواستہ اگر دو استادوں میں کسی بات پر اختلاف رائے بھی ہو جائے تو تم بالکل الگ رہو - کبھی اس بات کی پرواہ نہ کرو بلکہ دونوں کا ادب برابر ملحوظ رکھو اور ہر دو کی خدمت برابر جاری رکھو - اگر کوئی طالبِ علم ساتھی کسی مخصوص پارٹی میں شامل ہونے کو کہے تو کہہ دو کہ ہمیں اپنے والد صاحب کی ہدایت ہے کہ کسی استاد کے خلاف کسی پارٹی میں کبھی شامل نہ ہونا ، سب ہمارے بزرگ ہیں ، ہم کسی استاد کے جوتے کی خاک برابر بھی نہیں ہیں اس لئے ہمیں کسی استاد کے خیالات کی مخالفت کا کیا حق پہنچتا ہے - ہم تو صرف تحصیل علمِ دین کے لئے یہاں آئے ہیں - اللہ تعالیٰ ہمیں تکمیل علم دین کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پارٹی بازی سے بچائے -

حضرتؒ کا حضرت سندھیؒ کا ادب

حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنا رہا تھا - حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت سندھیؒ کا قول نقل کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا "میں جوان ، وہ بڑھیا ، میں دھکا دے دوں تو وہ اُٹھ نہ سکے - تھپڑ رسید کر دوں تو بتیس کے بتیس دانت باہر آ جائیں - ستر اسی سال کی بڑھیا لیکن غصے کے مارے مجھے مار مار کے بُرا حال کر دیتی ہے - تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ماں چند جوتے مار لے اور اس کے بدلے میں اگر اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرما دے تو یہ کوئی مہنگا سودا ہے ؟ حضرت سندھیؒ فرمایا کرتے تھے اگر میں اسلام نہ لایا ہوتا اور غیر مسلم ہی رہتا تو اس طرح کسی بوڑھے ماں باپ کی بار بار زدوکوب اور اذیت و ملامت کب تک اور کس طرح برداشت کرتا - یہ صرف قرآن اور اسلام کی تعلیمات ہی کی برکت ہے کہ میں اپنی ماں کا اس قدر ادب ملحوظ خاطر رکھتا ہوں - حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا بھی نہیں ہے کہ مومن ماں باپ کا ادب کرو اور کافر ماں باپ کے ساتھ زیادتی کرو"، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے اس کا اثر یہ ہے کہ بعض اوقات وہ جھوٹی سچی شکایت لگاتی تو حضرت سندھیؒ ہمیں پیٹتے اور فرمایا کہ بعض اوقات بلا وجہ ہی ایسا معاملہ پیش آ جاتا لیکن فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو ان کے جوتوں کی بجا تھے ، ان کے بچے تھے - حضرتؒ فرماتے تھے کہ ایک استاد تھے ان کو پتہ چلا کہ بلا وجہ اس نے شکایت کی ہے اور حضرت سندھیؒ نے تحقیق نہیں کی اور سزا دی - تو انہوں نے کہا "میں پوچھوں مولانا سندھی سے ؟" تو حضرتؒ فرمانے لگے میں نے ان سے کہا "ہمارا باپ بیٹے کا معاملہ ہے ، وہ ایک چھوڑ بیس دفعہ مجھے ماریں ، آپ باپ بیٹے کے درمیان دخل دینے والے کون ہوتے ہیں - بے شک مجھے اور دس دفعہ مار لیں اس میں میری کون سی ہتک ہے وہ میرے استاد ہیں ، میرے شیخ ہیں ، میرے باپ بجا ہیں - مجھے ان کے واسطے سے علم دین نصیب ہوا ، اللہ کا نام نصیب ہوا ، قرآن نصیب ہوا —

قال اللہ و قال الرسول پڑھنے پڑھانے کی توفیق نصیب ہوئی ، وہ میرے محسن ہیں ، انہی کے صدقے مجھے حضرت دین پوری (سیدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت خلیفہ غلام محمدؒ دین پور شریف) اور حضرت امروٹی (شیخنا و مرشدنا حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ نور اللہ مرقدہ مترجم سندھی قرآن حکیم) کی خدمت میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور اللہ کا نام لینے اور سیکھنے سکھانے کا شرف حاصل ہوا - اور میری زبان تا زیست ان کی عنایت بے نہایت اور ان کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہے - مجھے ہزار دفعہ ماریں ، میں جانوں وہ جانیں آپ کو اس سے کیا مطلب !" حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سندھیؒ اپنی ماں کا بے حد ادب و احترام فرماتے اور اس کے زدوکوب پر کبھی ناک بھوں چڑھانا تو الگ رہا کبھی انہوں نے اُف تک نہ کی - چونکہ ہماری تربیت اسی ماحول میں ہوئی اسی لئے ہمیں کوئی استاد یا حضرت سندھیؒ چاہے کس قدر سخت سست کہہ لیں ڈانٹ ڈپٹ کریں یا مار پیٹ لیں یہ ہماری ہمیں سعادت ہے وہ ہمیں اپنا جانتے ہیں جبھی تو ہمارے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے ورنہ کسی اور کے ساتھ ان کا یہ تعلقِ خاطر کیوں نہیں ؟ اس کا اثر یہ تھا اخیر زمانے میں جب وہ ۲۵ سالہ جلا وطنی کے بعد اپنے

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از حضرت شیخ التفسیر سیدنا و مولانا احمد علی لاہوریؒ ـــــ مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور

"نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں"

۹ر جون ۱۹۵۵ء

ذکر اور اس کے آداب

ذکر کے بعد فرمایا۔ ذکر جہر کی ترکیب یہ ہے کہ قل شریف یعنی سورۃ اخلاص گیارہ دفعہ پڑھیں۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کو ثواب پہنچایا جائے۔ پھر تعوذ اور تسمیہ کے بعد افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تین دفعہ پورا کلمہ پڑھا جائے۔ پھر دس تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھی جائیں۔ ذکر لذت سے کریں۔ دس تسبیح صرف پھیرنی ہوتی ہیں۔ پھر الا اللہ پھر اللہ پھر ہُو اور اس کے بعد مراقبہ کیا جائے۔ جن حضرات کا تعلق مجھ سے ہے انہیں عام اجازت ہے کہ ذکر گھر میں کریں، مسجد میں کریں تو کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے۔ عشاء سے پہلے کریں یا سحور کے وقت کریں۔ اگر ذکر میں لذت نہیں آتی تو اس کی ایک وجہ اکل و شرب حرام و مشتبہ ہے۔ اللہ کا ذکر دل پر یقیناً اثر کرتا ہے۔ لیکن اگر دل مسخ ہو گیا ہو، مرجھا گیا ہو تو پھر اثر نہیں کرتا۔ جیسے ننگے پاؤں پھرتے پھرتے گوشت سخت ہو جاتا ہے۔ تو کانٹا اثر نہیں کرتا۔ اگر دل میں نورِ فطرت موجود ہو تو اثر آتا ہے اگر حرام کھانے سے دل مسخ ہو گیا ہو تو پھر اثر نہیں ہوتا۔ حرام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صورتاً حرام دوسرے حقیقتاً حرام۔ دونوں سے بچنا چاہئے۔ حرام خواہ دانستہ کھایا جائے یا نادانستہ، اثر ضرور آئے گا۔ بازار میں جو چیزیں بکتی ہیں۔ ان میں بکثرت حرام ہیں۔ اللہ کے پاک نام کی برکت سے بعض کو یہ نعمت ملتی ہے اور انہیں حلال و حرام کی تمیز ہو جاتی ہے۔ عوام کو اس کا مکلف نہیں بنایا گیا۔ وہ ظاہری حرام کی تمیز کر سکتے ہیں لیکن بظاہر حلال حقیقت میں حرام، اس کی تمیز نہیں کر سکتے۔ مثلاً چوری کی بکری بظاہر حرام نہیں ہے لیکن حرام کا اثر تو ضرور آئے گا۔ جیسے خودکشی کرنے والا مجرم ہے لیکن اگر کسی نے نادانستہ زہر کھا لیا تو وہ مجرم نہیں ہے، لیکن موت تو واقع ہو جائے گی۔

حرام کھانے سے ذکر کی لذت کا احساس نہیں ہوگا۔ اگرچہ عوام کو اس کا مکلف نہیں بنایا گیا۔

ایک بزرگ تھے نقشبندی۔ میں ان کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اگرچہ میرا خاندان قادری ہے لیکن میں ہر سلسلے کے بزرگ کا ادب کرتا ہوں۔ انہوں نے سنایا کہ ایک جماعت نے شکایت کی کہ روحانی لذت سلب ہو گئی ہے۔ انہوں نے اللہ سے استصواب کیا۔ کشف سے معلوم ہوا کہ ایک چوری کی گائے تھی جسے انہوں نے خریدا اور اس کا گوشت کھایا جس کا اثر پڑا۔ یہ چوری کے مجرم نہیں ہیں لیکن اثر تو پڑ گیا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے قبض کہتے ہیں۔ تو ایک ظاہری حرام ہے اور ایک باطنی حرام ہے۔

دیوبند میں ایک بزرگ تھے جن کے اندر کوئی حرام یا مشتبہ چیز جاتی تو فوراً قے ہو جاتی تھی۔ ایک شخص نے دعوت کی۔ بڑی چھان بین سے کھانا پکایا لیکن قے ہو گئی۔ تفتیش کی کہ حرام کہاں سے آیا۔ معلوم ہوا کہ دودھ جس بھینس کا تھا اس نے دوسری بھینس کے چارے میں منہ مارا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں لیکن لذت نہیں آتی وجہ یہی ہے کہ اکثر عوام مکلف نہیں ہیں۔ یا تو اللہ آنکھیں عطا فرمائے یا آنکھوں والے کے سامنے میں رہیں۔ میرے حضرتؒ کے ہاں پھیکا بھات ملتا تھا۔ پانی اور چاول نمک کے بغیر۔ دادا پیر کے ہاں بھی یہی تھا۔ جو نذرانہ حلال کا آتا وہ جماعت کو کھلایا جاتا۔ اسے تارے پلاؤ کہا جاتا تھا ــــ دنیا داروں کے نذرانے دنیا داروں ہی کو کھلائے جاتے تھے۔ امروٹ شریف میں بھی یہی تھا۔ کبھی فاقہ، کبھی صرف ٹینڈے کبھی گھنگنیاں۔

۸۰ فیصدی حرام و مشتبہ کا اثر ہے۔ دس فیصدی بے دینوں کے ہاتھ سے پک کر آتا اور دس فیصدی نااہلوں کی صحبت۔ فاسق، بے نمازہ پر نظر پڑنے سے بھی اثر آتا ہے۔ جیسے سورج کے آگے ابر آ جائے تو دھوپ نہیں رہتی۔ جو چمک پڑ رہی تھی وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اگر اس کا خیال رکھا جائے تو تین آیات بھی پڑھیں گے تو اثر آئے گا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آنکھیں دے تو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ یہ حرام ہے۔ یہ حلال ہے۔ جو لوگ تصوف کے منکر ہیں وہ نادان ہیں۔ صحابہ کرام کو وہبی طور پر کمال حاصل تھا۔ اب ہمیں کسبی حاصل کرنا پڑتا ہے۔ جیسے عربی زبان کا ملکہ صحابہ کرام کو حاصل تھا۔ ہمیں صرف و نحو سے ملتا ہے۔ لیکن وہ بھی ان کے درجے کا نہیں اس لئے چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجے تک بعد کا قطب الاقطاب بھی نہیں پہنچ سکتا۔

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یکم ربیع الثانی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء پلاٹ غلہ منڈی صادق آباد میں حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی و حضرت مولانا الحاج محمد ضیاء القاسمی سیرت النبیؐ کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔

(منظور حسین ضیا بھٹی ناظم انجمن تبلیغ الاسلام صادق آباد)

توبہ و استغفار

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ——— مرتبہ: محمود احمد عارف

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
اِنَّ رَجُلَیْنِ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ
مُتَحَابَّیْنِ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ
فِی الْعِبَادَةِ وَالْاٰخَرُ یَقُوْلُ
مُذْنِبٌ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَقْصِرْ
مَا اَنْتَ فِیْهِ فَیَقُوْلُ خَلِّنِیْ
وَرَبِّیْ حَتّٰی وَجَدَهٗ یَوْمًا
عَلٰی ذَنْبٍ اِسْتَعْظَمَهٗ فَقَالَ
اَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِیْ وَرَبِّیْ اَبُعِثْتَ
عَلَیَّ رَقِیْبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا یَغْفِرُ
اللّٰهُ لَكَ اَبَدًا وَلَا یُدْخِلُكَ
الْجَنَّةَ فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَیْهِمَا مَلَكًا
فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ
فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ
بِرَحْمَتِیْ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اَتَسْتَطِیْعُ
اَنْ تَحْظُرَ عَلٰی عَبْدِیْ رَحْمَتِیْ
فَقَالَ لَا یَا رَبِّ! قَالَ اذْهَبُوْا
بِهٖ اِلَی النَّارِ۔

جناب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پچھلی امتوں میں سے دو آدمیوں کا واقعہ نقل فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے۔ جنہیں ایک دوسرے سے بہت تعلق اور محبت تھی ان میں سے ایک تو مجتھد فی العبادۃ یعنی عبادت میں بڑی کوشش کرتا تھا اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ وہ گناہگار تھا۔ یہ شخص جو عبادت گذار تھا اس دوسرے کو جو برائی کرتا تھا ہمیشہ نصیحت کرتا کہ اقصر ما انت فیہ یعنی جو کچھ تُو کرتا ہے اس میں کمی کر دے، برائیوں کو ترک کر دے مگر وہ گناہگار ایسا تھا کہ گناہ چھوڑنے کی کوشش کرتا تھا مگر گناہ چھوٹتا نہیں تھا۔ وہ برائی کو برائی سمجھتا تھا۔ خود کو خطا کار اور بُرا خیال کرتا تھا اپنے گناہوں پہ اُسے ناز اور فخر ہرگز نہ تھا۔

وہ اپنی غلطیوں اور خطا کاریوں کے باعث رنجیدہ خاطر رہتا تھا۔ جب وہ اسے نصیحت کرتا تو یہ جواب میں کہتا کہ خلّنی و ربّی، مجھ کو میرے رب پر چھوڑ دو (مجھ کو چھوڑ دے اور میرے رب کو چھوڑ دے) یعنی یہ گناہ مجھ سے چھوٹتا نہیں۔ میرا معاملہ میرے خدا کے سپرد کر دو اور مجھے اس طرح نہ ٹوکو۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ نیکیاں کرنے والا اس کے ہاں گیا تو دیکھا کہ وہ ایک گناہ میں مبتلا ہے وہ گناہ بھی ایسا تھا کہ اس عبادت کرنے والے کو بہت بڑا نظر آیا۔ چنانچہ اس نے پھر نصیحت کی کہ اقصر ما انت فیہ جو کچھ کرتا ہے اس میں کمی کر ——— اس نے پھر وہی جواب دیا کہ خلّنی و ربّی۔ اور کہا کہ ابعثت علی رقیبا۔ یعنی کیا تو مجھ پر نگران مقرر کیا گیا ہے۔ اس پر اُس عبادت گذار کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ واللہ لا یغفر اللہ لک ابدا ولا یدخلک الجنۃ۔ یعنی اللہ کی قسم اللہ تجھے ہرگز نہیں بخشے گا اور تجھے ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیج دیا اور ان دونوں کی روح قبض کر لی اور پھر دونوں کو اپنی بارگاہ میں جمع کیا اور گناہگار سے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ادخل الجنۃ برحمتی کہ جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا۔ اور دوسرے سے فرمایا۔ انستطیع ان تحظر علی عبدی رحمتی ——— یعنی کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ میرے بندے سے میری رحمت کو روک دے اس نے جواب میں اعتراف کیا کہ لا یا رب۔ اے رب نہیں، اور اعتراف کیا کہ میں تیری رحمت کے دروازے کسی پر بند نہیں کر سکتا۔ مگر اب اس اعتراف نے اُسے کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اذھبوبہ الی النار۔ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ اسے میں نہیں بخشتا۔

اس حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہگاروں کے لئے بشارت ہے اور نیکوکاروں کے لئے وعید۔ مگر ایسا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ نیکی کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہوتے ہیں کہ نیکی کرنے سے ان کے دل میں عجب اور غرور پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنی نیکیوں پر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں۔ دوسروں کو حقارت آمیز نظر سے دیکھتے ہیں اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ نیکیوں سے ان کے اندر پندار و غرور کا مرض نہیں پیدا ہوتا وہ نیکی کرنے کے باوصف خود کو دوسروں سے کمتر خیال کرتے ہیں۔ تو وہ نیکوکار جو دوسروں سے خود کو بہتر سمجھے، گناہوں سے پاک خیال کرے اس میں تکبر و انانیت ہو در حقیقت بہت بڑا گناہگار ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے بارے میں متقی اور صالح ہونے کا فیصلہ کرے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے فلا تزکوا انفسکم۔ اپنے آپ کو پاک مت ٹھہراؤ۔ تقدس اور پرہیزگاری کا دعویٰ نہ کرو کیونکہ ھو اعلم بمن اتقی۔ وہی خوب جانتا ہے کہ متقی اور پارسا کون ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں کسی کو جنتی یا جہنمی کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور رضاعی بھائی تھے۔ آپؓ جب مکہ سے ہجرت کر گئے تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہؓ کی طرح آپؓ کو بھی ایک انصاری کے ساتھ کر دیا۔ اس انصاریؓ کے گھر آپ نے نہایت پاکیزہ زندگی گزاری۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ کو ان سے

رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے بہت محبت تھی - آپؐ نے تشریف لا کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا - انصاریؓ کی عورت نے جن کے یہاں وہ مقیم تھے بہت تعریفی کلمات کہے - ان کی زبان سے نکلا کہ اللہ نے تمہیں قابل اکرام مقام پر پہنچا دیا - آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیہؓ کے اس قول کو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ تمہیں یہ کیسے پتہ چلا (کہ وہ قابل اکرام مقام پر پہنچا دیا گیا) - یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون کہاں ہے - یا انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بتلا دیتے تھے - اس لئے کسی اُمتی کو ایسی باتیں کرنی شریعت نے منع کر دی ہیں -

ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک ہم جانتے ہیں فلاں شخص نیک ہے، بزرگ ہے یا یہ دیکھا کہ کلمہ پڑھتے ہوئے جان دی ہے تو کہیں گے کہ ایمان پر خاتمہ ہوا ہے - لیکن اللہ کے یہاں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے - اس کا قطعی حال اللہ ہی کو معلوم ہے - یہیں سکوت کا حکم ہے - حتیٰ کہ اگر کسی کو کشف سے معلوم ہو جائے تو بھی اُسے سکوت کرنا چاہیئے - اسے قطعی بات بھی نہیں سمجھا جا سکتا - شریعت مطہرہ کی یہی تعلیم ہے - اور کافروں پر کسی کا نام لے بغیر لعنت کرنی یا بد دعا دینی جائز ہے - مثلاً یہ بد دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تو کافروں پر لعنت فرما - اپنا غضب ان پر نازل فرما - وغیرہ (جیسے قنوت نازلہ میں دعا مانگا کرتے ہیں کسی کا نام لے کر جائز نہیں)

مضمون حدیث پر یاد آیا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین و معتقدین پر نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بہت سختی کرتے تھے - آپ فرماتے کہ میں سختی یہ سمجھ کر نہیں کرتا کہ یہ مجھ سے کم ہیں اور میں افضل ہوں بلکہ میں خود کو اُس چوڑھے کی طرح سمجھتا ہوں جسے بادشاہ کسی پر سختی کا حکم دے دے - چوڑھا اگرچہ اس شخص سے جس پر سختی کرتا ہے، اچھا نہیں ہوتا مگر بادشاہ کا حکم ہوتا ہے اس لئے سختی کرتا ہے - یاد رکھیں کہ نصیحت اس شخص کی مؤثر ہوتی ہے جو اپنے آپ کو بُرا اور دوسروں کو ذلیل نہ سمجھے - جو اپنے آپ کو افضل اور دوسروں کو گھٹیا سمجھ کر نصیحت کرتا ہے اس کی نصیحت چنداں اثر نہیں رکھتی -

انسان کو چاہیئے کہ خود کو دوسروں سے کمتر سمجھے - دوسروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھے - بڑے سے بڑے گناہ گار سے بھی اپنے آپ کو برتر نہ سمجھے - ہو سکتا ہے وہ اپنے دل میں بارگاہ خداوندی میں گڑگڑاتا ہو - ندامت کے آنسو بہاتا ہو اور خدائے رحیم و رحمٰن سے اپنی خطائیں بخشواتا ہو - اور اس کے آنسو خداوند کریم کے دربار میں ناصح کی نیکیوں سے زیادہ قیمتی ہوں - اس لئے کسی بدکار کو برائی سے منع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے برائی سے تو ضرور روکے - ڈانٹ ڈپٹ بھی کرے - مگر اپنے دل میں ڈرتا بھی رہے - اور اپنے عیوب پر بھی نظر رکھے - اور اگر کوئی کہے کہ مجھے اپنے اندر عیب نظر نہیں آتا - تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی اندھا ہو جائے اُسے یہ افسوس کرنا چاہیئے کہ میری نظر کو کیا ہو گیا ہے - میری عیب دیکھنے والی آنکھ ناکارہ ہو گئی ہے اور اندھا ہو گیا ہوں - اُسے اس مرض سے بہت ڈرنا اور استغفار کرنا چاہیئے -

مذکورہ حدیث شریف میں جس نیکوکار کا ذکر ہے وہ اسی قسم میں سے تھا - وہ اپنے آپ کو افضل و برتر سمجھتا تھا - اس میں تکبر اور برائی کا مرض موجود تھا - اور یہی غرور و تکبر اس کو لے ڈوبا - اگر یہ شخص ان نیکوکاروں میں سے ہوتا جو تکبر سے پاک ہوتے ہیں تو کبھی عذاب میں مبتلا نہ ہوتا کیونکہ ایسے لوگ جو خود بھی نیکی کریں اور دوسروں کو بھی نیکیوں پر آمادہ کریں سب سے بہتر اور افضل ہیں - قرآن میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نیکوکاروں کی بہت تعریف فرمائی ہے -

اس حدیث شریف کے انداز بیان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکیوں پر مغرور تھا - اور دوسرے ساتھی کو حقیر سمجھتا تھا - اسی وجہ سے اس نے قسم کھائی کہ خدا تجھے ہرگز نہیں بخشے گا - گویا خدا کی صفت مغفرت اور اس کی رحمت بے پایاں کو محدود کرنے کا ٹھیکیدار بن گیا - ورنہ کبھی ایسا کلمہ نہ کہتا کہ واللہ لا یغفر اللہ لک خدا کی رحمت سے مایوس ہونا یا کسی کو مایوس کرنا سنگین جرم ہے - علاوہ ازیں وہ اپنے ساتھی کے عیوب کی تلاش میں رہتا - اس میں عیب جوئی اور تجسس کی بیماری بھی تھی - کسی کی عیب جوئی کرنی بدترین گناہ ہے - شریعت مطہرہ نے تجسس اور کھوج لگانے سے سختی سے روکا ہے - عام طور پر عیب جوئی کا مرض اس میں پایا جاتا ہے جو اپنے آپ کو عیبوں سے پاک اور مبرا سمجھتے ہیں یاد رکھیں جو شخص رات بھر عبادت کرے اور صبح کو اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا اور افضل سمجھے اپنی شب بیداری پر فخر کرے - اس سے وہ شخص بہت اچھا ہے جو رات بھر سویا رہے اور صبح کو سونے، سستی اور نیکی نہ کرنے پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرے - کیونکہ حق تعالیٰ کو ندامت پسند ہے اور غرور ناپسند - ہاں یہ بات ضرور ملحوظ رکھیں کہ ان حدیثوں میں عموماً حقوق اللہ مراد ہیں حقوق العباد میں جو بندہ کبھی زیادتی کرتا ہے، لین دین میں بدمعاملگی کرتا ہے تو اسے اس بندہ سے بھی معافی لینی چاہیئے اور خدا سے بھی -

اللہ تعالیٰ ہمیں بدمعاملگی، بدعملی اور غرور و تکبر سے پناہ میں رکھے اپنی بارگاہ میں گڑگڑانے کی توفیق بخشے اور صحیح نیکوکار بنائے - آمین!

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(غیر مسلم مؤرخین کی نظر میں)

قاری حضرت گل، بنوں شہر

والد ماجد کی طرف سے آپؐ کا نسب محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک سلسلہ نسب باجماع امت ثابت ہے۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے محمدؐ بن آمنہ بنت وہب عبدمناف بن زہرۃ بن کلاب۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرۃ میں آپؐ کے والدین کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت میں جمہور کا اتفاق ہے کہ آپؐ کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل میں اس سال ہوئی جس میں اصحابِ فیل نے بیت اللہ پر حملہ کیا اور خداوندِ عالم نے ان کو ابابیل یعنی چند حقیر جانوروں کے ذریعہ شکست دی۔ جس کا اجمالی واقعہ قرآن میں بھی موجود ہے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ واقعۂ فیل ۲۰ اپریل ۵۷۱ھ میں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچسو اکہتر برس بعد ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اور معجزات یہاں پہ ذکر کرنا مشکل ہے اس لئے کہ یہاں صرف بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلم مؤرخین کا ہدیۂ خلوص پیش کرنا ہے۔

مشہور عالم برنارڈ شا کا ہدیۂ خلوص

میرا یقین ہے کہ ایک سو سال کے اندر یورپ کا اگر کوئی مذہب ہوگا تو وہ صرف اسلام ہوگا۔ لکھتا ہے۔ میں نے ہمیشہ ہی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو عزت، عظمت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دین اسلام میں ایک بہت بڑی (روحانی) قوت ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہر دَور، ہر زمانہ کی رہنمائی کی اہمیت رکھتا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی یہ پیش گوئی کر چکا ہوں کہ سو سال کے بعد اگر یورپ کا کوئی مذہب ہوگا تو وہ صرف اسلام ہوگا۔ یہ ایک ایسا دین ہے کہ وہ کل بھی اسی طرح مقبول اور محبوب ہوگا جس طرح آج کل یورپ میں اپنی مقبولیت کی راہیں نکال رہا ہے۔ ہمارے قرون وسطیٰ کے عیسائی پادریوں اور مذہبی پیشواؤں نے یا تو دینی لاعلمی کی وجہ سے یا افسوس ناک تعصب کی وجہ سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو جلیل القدر شخصیت اور آپؐ کے مذہب اسلام کو نہایت ہی تاریک شکل میں پیش کیا ہے۔ ان لوگوں نے یہ غلط فہمی پھیلائی اور خود بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰؑ کے مخالف یا دشمن تھے لیکن میں نے اس عظیم الشان اور کامل انسان کے حالات کا مطالعہ کیا ہے میں پوری بصیرت کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف نہیں تھے بلکہ میں تو کہوں گا کہ وہ نسلِ انسانی کے ہادی اور نجات دینے والے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین یورپ میں اپنی مقبولیت کے دروازے کھول رہا ہے اور یورپ کے لوگ اسلام کے قریب آنے لگے ہیں۔ مجھے یہ پختہ یقین ہے کہ اگلی صدی میں یورپ اپنے لاینحل مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلام کی ہدایت تلاش کرے گا۔ اسلام کے اصول ہی یورپ میں مقبول ہوں گے۔ میری اس پیشگوئی کا مقصد یہی ہے جو میں کہتا ہوں کہ ایک سو سال کے اندر یورپ میں کوئی مذہب اگر باقی ہوگا تو وہ صرف اسلام ہوگا۔ کرسمس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے جارج برنارڈشا نے کہا۔ جس طرح دنیا میں اس وقت افراتفری پھیلی ہوئی ہے اس سے بدتر حالت دنیا کی اس وقت تھی جب آفتابِ عالم طلوع نہیں ہوا تھا۔ میرا یقین ہے اور میں اسے بار بار دہراتا ہوں کہ دنیا کے سب سے بڑے پیغمبروں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہایت ممتاز اور نمایاں ہے بلاشبہ وہ انسانیت کے سچے ہمدرد اور مصلح تھے۔ وہ ایسے صبر آزما اور مشکل دَور میں کامیاب ہوئے اور وحشیوں کو اخلاق کا معلم بنا دیا۔ جس مرحلہ پہ بہت سے پیغمبر کامیاب نہ ہو سکے تھے اور مجبور ہو کر انھوں نے اپنی قوموں کی تباہی کی دعا مانگی تھی۔ مگر یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی کہ انھوں نے ہر قسم کی بے سرو سامانی کے باوجود اپنا کلمہ پڑھوا لیا۔ اور بگڑی ہوئی عادتوں اور خونریزی کے جذبات کو مٹا کر اپنی قوم کو انصاف اور امن کا علمبردار بنا دیا۔ سبحان اللہ!

سبحان اللہ! یہ برطانیہ کے سب سے بڑے مفکر اور مصنف کے پاکیزہ خیالات ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے ملک میں غیر ملکی قوانین رائج ہیں اور قرآن کے قوانین کو فرسودہ اور زمانہ کے ساتھ نہ دینے والے کہہ رہے ہیں۔

فاتح اعظم نپولین بونا پارٹ کو اسلام سے محبت

میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتا ہوں جو قرآن کے سچے اصول پر قائم ہو۔ (نپولین)

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ:- مجلسِ ذکر

وطن واپس آئے تو پیرانہ سالی کی وجہ سے قوت برداشت بہت کم ہو گئی تھی اور مزاج میں برہمی اور تیزی آ گئی تھی ذرا سی بات پر آگ بگولہ ہو جاتے تھے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے ایسے ہو جاتے جیسے برف کی یخ بستہ سِل۔ وہ پوتوں، نواسوں، شاگردوں اور عقیدت مندوں کے سامنے اکثر و بیشتر کافی دیر تک ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ادب کی تصویر بنے نہایت خاموشی اور ٹھنڈے دل سے سر جھکائے سب کچھ سنتے رہتے۔

حضرتؒ حضرت سندھیؒ کا کھانا خود اٹھا کر لے جاتے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی گھر میں ہوتے اور سحری افطاری یا کھانے اور چائے کا وقت آتا تو حضرتؒ، حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے خود اٹھا کے کھانا لے جاتے اور میں اور چھوٹے بھائی بہنیں وغیرہ کھانا لے جانا چاہتیں تو حضرتؒ فرماتے "نہیں، میرے ہوتے ہوئے تم نہیں ان کی خدمت کر سکتے، یہ میرا فرض ہے۔ چاہے کتنا بھی بڑا ہوں لیکن ان کا تو چھوٹا ہی ہوں"۔

حضرتؒ حضرت سندھیؒ کا جوتا خود اٹھاتے۔

مراد آباد کی بات ہے میں حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا جوتا اٹھانے لگا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھ کر جوتا اٹھا لیا۔ میں نے ان سے لینا چاہا۔ حضرتؒ نے فرمایا "بیٹا! میرے ہوتے ہوئے تم ان کا جوتا نہیں اٹھا سکتے، میرا جوتا بے شک اٹھا لو، کیونکہ تم میرے چھوٹے ہو۔ میرے ہوتے ہوئے ان کا جوتا میں ہی اٹھاؤں گا کیونکہ میرا فرض ہے۔ یہ ہے

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد!

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہمیں تو توکل حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے نصیب ہوا۔

اصلاحی تعلیمات کا خلاصہ

اسلام کی اخلاقی تعلیمات حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہیں۔ اگر کسی ایک کا بھی حق ادا نہیں کر پاتے تو یہ بد اخلاقی کا بد ترین مظہر ہے۔ یعنی ماں کا حق ماں کو دو، باپ کا حق باپ کو دو، مالک کا مالک کو دو، استاد کا استاد کو دو، خالق کا خالق کو دو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بیوی کا حق ماں کو دے دو، ماں کا حق بیوی کو دے دو۔ یہی سب سے بڑا جرم ہے۔ جسے اسلام دور کرنے کے لئے آیا۔ اخلاق کی تعلیم یہی ہے کہ خدا کا حق خدا کو دو، غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکو اور ماں باپ کا حق ماں باپ کو دو۔ دعا:- اللہ تعالیٰ ہمیں حقوق اللہ ۴

۴ اور حقوق العباد کو [illegible]

گذشتہ سے پیوستہ

صالح جمہوریت اور تعمیرِ جمہوریت

حضرت مولانا محمد میاں مد ظلہٗ دہلی

تعمیرِ جمہوریت

جمہور کا تجزیہ کیجئے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ بہت سی سوسائٹیوں، بہت سی جماعتوں اور مختلف طبقات کے مجموعہ کا نام جمہور ہے اور یہی جمہور جب اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نظام بناتا ہے تو اس کو جمہوریہ کہا جاتا ہے اور یہ تصور یا نظریہ کہ نظام اس طرح کا ہو کہ جمہور کے احساسات و جذبات کی عکاسی کر رہا ہو "جمہوریت" ہے۔

اگر آپ جمہوریت کی چوٹی پر کھڑے ہو کر نیچے کو دیکھیں تو آپ مشاہدہ کریں گے کہ طبقات، سوسائٹیوں اور جماعتوں کے ستون ہیں جن پر یہ تعمیر کھڑی ہوئی ہے اگر یہ ستون ٹھیک ہیں تو یہ تمام تعمیر درست ہے ورنہ ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اگر ہم ان ستونوں کا نام معاشرہ اور سماج رکھ دیں تو ہم یہ بھی کہہ سکیں گے کہ صحیح اور صالح جمہوریت کی بنیادی شرط اصلاحِ سماج ہے۔

سماج کی درستی کا لفظ جب زبان پر آتا ہے تو ہمارا ذہن فوراً تعلیم اور تعلیم گاہوں یا ان پنچایتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کو گرام سدھار یا محلہ سدھار کمیٹی کہا جاتا ہے اور جن کا نظام ہندوستان میں پھیلایا گیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ تعلیم ہو تو کس چیز کی اور سدھار ہو تو کن اصول پر، کیا ہندی، یا انگریزی زبان یا حساب، جغرافیہ اور مساحت وغیرہ کی تعلیم سماج کو درست کر دے گی۔ اور کیا اتنی بات کافی ہو گی کہ گرام سدھار پنچایتوں کے ممبر کھیتی باڑی، آبپاشی اور دستکاری یا قانون کی کچھ باتوں سے واقف یا ان کے ماہر ہوں؟

قرآنِ حکیم نے جب اخوت اور مساوات کا درس دیتے ہوئے جمہوری نظام کی طرف رہنمائی کی تو اس نے پہلے وہ اصول بتا دئے جن پر سماج کی تربیت ہونی چاہئے۔ تاکہ صالح جمہوریت رونما ہو سکے اور جمہوری مملکت چین اور امن کا گہوارہ بن سکے۔

سورۂ حجرات کی آیت ۱۳ وہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں مگر اس سے پہلے آیت ۱۱۔۱۲ اور آیت ۱-۶-۹ میں ان امور کی تعلیم دی گئی ہے جو اصلاح و درستی کے اصول ہونے چاہئیں جن پر معاشرہ اور سماج کی تربیت ہونی چاہئے۔ ان اصول کی تعبیر ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے:-

(الف) ایک دوسرے کا احترام سامنے بھی اور پیچھے بھی۔

(ب) دلوں کی صفائی

(ج) آگے بڑھنے اور ترقی کرنے یعنی جذبۂ تقدم و ترقی کا اعتدال۔

(د) قوت مقاومت یعنی غلط کاروں کے مقابلہ کا حوصلہ اور تادیبی کارروائیوں کو عمل میں لانا۔

(الف) اس اصول کے لئے جامۂ عمل تیار کیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔ یعنی کن باتوں کا کرنا اور کن باتوں سے بچنا۔ آپ پر لازم ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم انہیں فرائض کو شمار کراتا ہے ا۔ کسی کو حقارت سے مت دیکھو کسی کا مذاق نہ بناؤ، کسی پر طعن نہ کرو، توہین آمیز نام نہ رکھو۔

ارشاد ربانی کا ترجمہ یہ ہے:-

اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے (مذاق نہ بنائے) عجب نہیں وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ طعنے دو (عیب لگاؤ) ایک دوسرے کو (جن کی شخصیت خود تمہاری شخصیت ہے) نہ ایک دوسرے کے چڑ کے نام (بُرے لقب) ڈالو یہ تمام باتیں فسق اور گناہ ہیں — صاحبِ ایمان کے لئے فسق کا نام آنا ہی بہت بُرا ہے اور جو باز نہ آئیں (توبہ نہ کریں) وہی ہیں ظالم۔ (آیت ۱۱ سورہ حجرات ۴۹)

مسلمان ہندوستان میں ہندوستانی کی حیثیت سے رونما ہوئے تو یہاں کے پرانے مزاج سے وہ بھی متاثر تھے۔ مغلوں نے یا ان کے پیش رو پٹھانوں نے الفاظ کی حد تک تو ان کا احترام کیا جو نیچ مانے جاتے تھے یعنی بھنگی یا چوڑھے کے بجائے ان کے لئے "مہتر" نام تجویز کیا جس کے معنی ہیں بہت بڑا لیکن جب عمل کا وقت آیا تو اسلامی تعلیم بھول گئے۔

قرآن حکیم نے آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو بلا لحاظ رنگ و نسل و لحاظ ملک و وطن قابلِ تعظیم قرار دیا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ (سورۂ بنی اسرائیل)

فقہاء اسلام نے ہر ایک انسان کے جھوٹے کو پاک بتایا ہے۔ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ برہمن ہو یا شودر۔ مگر ہم نے برہمن اور شودر میں فرق کر دیا۔ مغل اعظم (اکبر) نے جب ہندوستان کو قومیت متحدہ کا گہوارہ بنانا چاہا تو زندگی کی رفاقت اور حرم شاہی کی رونق کے لئے اس کی نظر انہیں پر پڑی جو اپنا رشتہ سورج اور چاند سے جوڑے ہوئے تھے اور خود اپنی زبان سے اپنے آپ کو ابناء الملوک (راجپوت) کہتے تھے کیونکہ سیاست کا تقاضا یہی تھا کاش قرآنی تعلیم کے بموجب انسانیت کے تقاضوں کو پورا کیا جاتا تو ایک تہائی کے قریب ہندوستانی مخلوق ذلت کی زندگی سے نجات پا جاتی اور اس ہندوستان میں اقلیت اور اکثریت کے مفہوم سے بھی آشنا نہ ہوتا۔

بنگال میں علماء اور مشائخ رحمہم اللہ نے کسی حد تک اسلامی تعلیم کو جامۂ عمل پہنایا تو وہاں اقلیت اکثریت بن گئی۔ سندھ تک کچھ ایسے مسلمان آئے

تھے جو اسلامی تعلیم کا نمونہ تھے۔ ان کی ایک ہی جھلک نے پورے سندھ کی کایا پلٹ دی۔ یہاں تک کہ اہل سندھ کا رسم الخط بھی بدل گیا۔ سندھی بولنے والوں پر سندھی مٹھونسی جا رہی ہے۔ مگر ان کی مادری زبان (سندھی) اب تک عربی حروف اور عربی رسم الخط کی عادی ہے۔ کیونکہ جو عرب تیرہ سو برس پہلے یہاں آئے تھے۔ انہوں نے اخوت اور مساوات کی وہ حسین تصویر پیش کی تھی جس پر اہل سندھ نے اپنی تہذیب اپنا کلچر اور زیادہ تر نے اپنا مذہب بھی قربان کر دیا تھا۔

عرب جس کو اپنی زبان اور اپنی تہذیب پر اتنا ناز تھا کہ تمام دنیا کو "عجم" کہا کرتے تھے۔ یعنی جو لفظ (اعجم) مویشی اور جانوروں کے لئے استعمال کیا کرتے تھے وہی لفظ اپنے سوا تمام دنیا کے انسانوں کے لئے انہوں نے تجویز کر رکھا تھا۔ جب اسلام نے ان کو اخوت اور مساوات کا درس دیا تو ان کا آغوش اتنا وسیع ہو گیا کہ عجم کا جو شخص بھی ان کی طرف بڑھتا تھا وہ اس کو نہ صرف اپنے قبیلہ کا فرد بنا لیتے تھے۔ بلکہ اگر اس میں قابلیت کا جوہر ہوتا تو اس کو اپنے "سر کا تاج" بنا لیتے تھے۔

آج جن کے علم و فضل سے پوری دنیائے اسلام متاثر ہے۔ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام بخاری یہ دونوں عجمی ہی تھے۔ امام ابو حنیفہ کے دادا زوطی نے (جن کا اسلامی نام نعمان رکھا گیا) مسلمان ہونے کے بعد عرب کے قبیلہ تیم سے تعاون باہمی کا معاہدہ (عقد موالات) کر لیا۔ تیمی ہو گئے۔

بردزبہ۔ علاقہ بخارا کے ایک مجوسی زمیندار تھے۔ ان کے لڑکے مغیرہ حاکم بخارا یمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ یمان عرب تھے۔ اپنے قبیلہ کی نسبت سے جعفی کہلاتے تھے۔ مغیرہ بھی جعفی کہلانے لگے ان کے پڑپوتے امام بخاری ہیں (ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ) یہ اسی بنا پر جعفی کہلاتے ہیں۔

امام حدیث ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی تعلق کی بنا پر ربعی کہلاتے ہیں۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

ایک شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو اس کا تعلق اس کے ساتھ کیا ہونا چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

(ابو داؤد کتاب الفرائض)

یعنی اس کے مرنے جینے کا ساتھی ہے۔ اس مسلمان کرنے والے کا تعلق اس کے ساتھ سب سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ باحوصلہ مسلمانوں نے اس ارشاد گرامی پر یہاں تک عمل کیا کہ ایسے نو مسلموں کو اپنے قبیلہ کا فرد بنا لیا۔ اور صرف امام ابو حنیفہ اور امام بخاری ہی نہیں بلکہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بعد جن کو علم و فضل کے عرش معلی پر جلوہ گر پایا گیا وہ سب عجمی تھے اور ان میں زیادہ وہ تھے جو خود غلام تھے جن کو صحابہ کرام نے آزاد کر کے اپنی اولاد کی طرح تربیت دی تھی۔ یا انہیں آزاد کردہ غلاموں کی اولاد تھے ان کو موال کہا جاتا تھا (مولیٰ کی جمع)

اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک (متوفی ۱۲۵ھ ۷۴۳ء) نے ایک مرتبہ اپنی مملکت کے تمام علمی مرکزوں کا جائزہ لیا کہ کہاں عجمی علماء کے علم و فضل کا آفتاب چمک رہا ہے اور کہاں عربی علماء ضیا پاش ہیں تو اس کے سامنے یہ تفصیل پیش کی گئی۔

مکہ معظمہ کے جلیل القدر فقہا و علماء۔

۱۔ عطاء بن ابی رباح، ۲۔ مجاہد، ۳۔ سعید بن جبیر، ۴۔ سلمان بن یسار۔

مدینہ منورہ کے جلیل القدر فقہا و علماء

۱۔ زید بن مسلم، ۲۔ محمد بن المنکدر، ۳۔ نافع بن ابی نجیح

قبا کے جلیل القدر فقہا و علماء:- (۱) ربیعہ الرای (۲) ابن ابی الزناد۔

عراق کے جلیل القدر فقہا و علماء:- (۱) حسن بن الحسن۔ (۲) محمد بن سیرین

یمن کے جلیل القدر فقہا و علماء:- (۱) طاؤس بن کیسان۔ (۲) ابن طاؤس (۳) ابن منبہ

خراسان کے جلیل القدر فقہا و علماء:- عطاء بن عبد اللہ الخراسانی

شام کے جلیل القدر فقہا و علماء:- مکحول۔

کوفہ کے جلیل القدر فقہا و علماء:- (۱) الحکم بن عتبہ (۲) حماد بن ابی سلیمان (۳) ابراہیم نخعی (۴) شعبی۔

(رحمہم اللہ تعالیٰ) (العقد الفرید لاحمد بن عبد ربہ)

ان آٹھ مرکزوں کے جلیل القدر فقہاء اور علماء جن کی عظمت کے سامنے سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں یہ بیس حضرات تھے۔ قابل تذکرہ بات یہ ہے کہ ان میں صرف آخری دو بزرگ ابراہیم نخعی اور شعبی (رحمہما اللہ) عرب تھے باقی سب عجمی۔ موالی یعنی آزاد کردہ غلام یا ایسے غلاموں کے اخلاف صالحین (رحمہم اللہ و رضی عنہم)۔

بقیہ: سرور کائنات

نپولین لکھتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم امن اور سلامتی کے ایک عظیم شہزادہ تھے۔ آپ نے اپنی عظیم شخصیت سے اپنے فدائیوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ صرف چند سالوں میں مسلمانوں نے آدھی دنیا کو فتح کر لیا۔ جھوٹے خداؤں کے پجاریوں کو مسلمانوں نے اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا۔ بت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ کفار اور مشرکین کے بتکدوں کو پندرہ سال کے عرصے میں ختم کر کے رکھ دیا۔ موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کے پیروں کو بھی اتنی بڑی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت بڑے اور عظیم انسان تھے۔ اس قدر عظیم انقلاب کے بعد اگر کوئی دوسرا ہوتا تو خدائی کا دعوےٰ کر دیتا۔

جہاں قادسیہ کی جنگ میں فتح سے مسلمانوں نے دجلہ و فرات کے کنارے سے لے کر چین کی دیواروں تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے گاڑ دیئے وہاں یرموک اور اجنادین کی فاتحانہ یلغاروں سے شام اور مصر مسلمانوں کے قدموں میں آ رہے۔

(بونا پارٹ اور اسلام مصنفہ شرفل پیرس فرانس صفحہ ۱۰۵ تا ۱۲۵)

سوزِ زندگی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

ذرا چودہ سو برس پہلے کی دنیا پر نظر ڈالئے۔ اونچی اونچی عمارتوں، سونے چاندی کے ڈھیروں اور زرق برق لباسوں کو چھوڑ دیجئے۔ یہ تو آپ کو پرانی تصویروں کے مرقع اور مردہ عجائب خانہ میں بھی نظر آ جائیں گے۔ یہ دیکھئے کہ انسانیت بھی کبھی جیتی جاگتی تھی، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھر کر دیکھ لیجئے اور سانس روک کر آہٹ لیجئے۔ کہیں اس کی نبض چلتی ہوئی اور اس کا دل دھڑکتا ہوا معلوم ہوتا ہے؟

زندگی کے سمندر میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھائے جا رہی تھی۔ انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے، سور اور بھیڑیئے، بکریوں اور بھیڑوں کو کھا رہے تھے۔ بدی نیکی پر رذالت شرافت پر، خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے۔ لیکن اس صورتِ حال کے خلاف اتنی لمبی چوڑی زمین پر کہیں احتجاج نہ تھا، انسانیت کی چوڑی پیشانی پر غصہ کی کوئی شکن نظر نہیں آتی تھی۔ ساری دنیا نیلام کی ایک منڈی بن چکی تھی۔ بادشاہ و وزیر، امیر و غریب اس منڈی میں سب کے دام لگ رہے تھے اور سب کوڑیوں میں بک رہے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا جس کا جوہر انسانیت خریداروں کے حوصلہ سے بلند ہو۔ اور جو پکار کر کہے کہ یہ ساری فضا میری ایک اُڑان کے لئے کافی نہیں۔ یہ ساری دنیا اور یہ پوری زندگی میرے حوصلہ سے کم تھی۔ اس لئے ایک دوسری ابدی زندگی میرے لئے پیدا کی گئی ہیں اس فانی زندگی اور اس محدود دنیا کی ایک چھوٹی سی کسر پہ اپنی روح کو کس طرح فروخت کر سکتا ہوں؟

قوموں اور ملکوں کے اور ان سے گذر کر قبیلوں اور برادریوں کے اور ان سے آگے بڑھ کر کنبوں اور گھرانوں کے چھوٹے سے چھوٹے گھروندے بن گئے تھے۔ اور بڑے بڑے بلند ہمت انسان جن کو اپنی سرفرازی و سربلندی کے بڑے اونچے دعوے تھے، بالشتیوں کی طرح ان گھروندوں میں رہنے کے عادی بن چکے تھے۔ کسی کو ان میں تنگی اور گھٹن محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اور کسی کو اس سے زیادہ وسیع تر انسانیت کا تصور باقی نہیں رہا تھا۔ زندگی ساری سود و سودا اور مکر و فن میں گھر کر رہ گئی تھی۔

انسانیت ایک سرد لاشہ تھا جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی، انسانیت کی سطح پر خود رَو جنگل اُگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے یا دلدلیں تھیں جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں۔ اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور ہر طرح کا شکاری پرندہ، اور ان دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی۔ لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ جو آدمی تھے وہ غاروں کے اندر، پہاڑوں کے اوپر اور خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی خلوتوں میں چھپے ہوئے تھے اور اپنی خیر منا رہے تھے یا زندگی میں رہتے ہوئے زندگی سے آنکھیں بند کر کے فلسفہ سے اپنا دل بہلا رہے تھے یا شاعری سے اپنا غم غلط کر رہے تھے اور زندگی کے میدان میں کوئی مردِ میدان نہ تھا۔

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رَو دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس ہوئے قدیم سیرت نگار اس کو اپنی زبان خاص میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہِ ایران کے محل کے کنگرے گرے اور آتش پارس ایک دم بجھ گئی۔ زمانۂ حال کا مؤرخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی اس ساکن بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بوسیدے قلعے بنے ہوئے تھے ان میں زلزلہ آیا۔ مکڑی کا ہر جالا ٹوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلہ بکھرتا نظر آیا، زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبرؐ کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہوگا؟ زندگی کا یہ گرم خون جو انسانیت کے سرد جسم میں دَوڑا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا واقعہ ہے جو متمدن دنیا کے قلب مکہ معظمہ میں پیش آیا۔

آپؐ نے دنیا کو جو پیغام دیا اس کے مختصر لفظ زندگی کی تمام وسعتوں پر حاوی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسانی زندگی کی جڑیں اور اس کے جھوٹے قصرِ زندگی کی بنیادیں کبھی اس زور سے نہیں ہلائی گئیں جیسی اس پیغام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اعلان سے ہلائی گئیں اور دنیا کے کند ذہن پہ کبھی ایسی چوٹ نہیں پڑی تھی جیسے ان لفظوں سے پڑی، وہ غصہ سے تلملا گیا اور اس نے جھنجلا کر کہا اجعل الالھۃ الٰھا واحدا ان ھٰذا لشئ عجاب (کیا ان سب کو جن کی ہم پرستش کرتے تھے اور جن کے ہم بندے بنے ہوئے تھے اٹھا کر ایک ہی معبود و مقصود رکھا ہے؟ یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے) اس ذہن کے نمائندوں نے فیصلہ کیا کہ یہ ہمارے نظامِ زندگی کے خلاف ایک گہری اور منظم سازش ہے اور ہم کو اس کا مقابلہ کرنا ہے وانطلق الملاء منھم امشو واصبروا علیٰ الھتکم ان ھٰذا لشی یراد۔ (ان کے سردار اور ذمہ دار ایک دوسرے کے پاس گئے کہ چلو اپنے معبودوں پر جمے رہو، یہ تو کوئی طے کی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے)

یہ نعرہ زندگی اور انسانیت کے پورے تصور پر ایک کاری ضرب تھی جو ذہن کو پورے سانچے اور زندگی کے پورے ڈھانچہ کو متاثر کرتی تھی۔ اس کا مطلب تھا جیسا کہ آج سمجھا جاتا رہا، یہ دنیا کوئی خود رو جنگل نہیں بلکہ یہ مالی کا لگایا ہوا آراستہ باغ ہے اور انسان اس باغ کا سب سے اعلیٰ پھول ہے۔ یہ پھول جو ہزاروں بہاروں کا سرمایہ ہے بے مقصد نہیں کہ پل ڈل کر رہ جائے انسان کے جوہرِ انسانیت کی اس خالق کے سوا کوئی قیمت نہیں لگا سکتا۔ اس کے اندر وہ لامحدود طلب، وہ بلند ہمت، وہ بلند پرواز روح اور وہ مضطرب دل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی تسکین نہیں کر سکتی۔ اور یہ سست عناصر دنیا اس کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اس کے لئے غیر فانی زندگی اور ایک لامحدود دنیا درکار ہے جس کے سامنے یہ زندگی ایک قطرہ اور یہ دنیا بازیچۂ اطفال ہے۔ وہاں کی راحت کے سامنے یہاں کی راحت اور وہاں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی کوئی تکلیف حقیقت نہیں رکھتی۔ اس لئے انسان کا فطری تقاضا خدائے واحد کی عبادت اس کی خود شناسی رضائے الٰہی کی طلب اور اس کی زندگی اس کے لئے جد و جہد ہے۔ انسان کو کسی روح، کسی مخفی و فرضی طاقت کسی درخت اور پتھر، کسی قسم کی دھات اور جمادات، کسی مال و دولت، کسی جاہ و عزت، کسی طاقت و قوت اور کسی روحانیت و عظمت کے سامنے بندوں کی طرح جھکنے اور سبزہ کی طرح پامال ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب پستیوں کے مقابلہ میں سب سے بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم اور ایک ذات کا خادم ہے۔ اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرا کر اور اس کو اللہ کے سوا ہر ایک کے سجدہ سے منع کر کے ثابت کر دیا۔ کہ کائنات کی طاقتیں جن کے فرشتے امین ہیں ان کے سامنے سرنگوں اور سربسجود ہیں اور اس کا سر اس کے جواب میں اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

دنیا کا ذہن اتنا شل ہو چکا تھا کہ وہ مادیات و محسوسات اور جسم اور پیٹ کے حدود سے باہر آسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا، لوگوں کا ذہن اتنا اتھلا ہو چکا تھا کہ وہ کسی انسان سے متعلق گہرا اور بلند تصور قائم ہی نہیں کر سکتا تھا — انہوں نے کچھ پیمانے بنا رکھے تھے، ہر نئے شخص کو اس پیمانے سے ناپتے تھے۔ زندگی کی جو چھوٹی چھوٹی بلندیاں بن چکی تھیں ہر بلند انسان کو انہیں کے سامنے لا کر دیکھتے تھے۔ انہوں نے بڑے غور و فکر اور ذہانت سے کام لیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے آگے نہ سوچ سکے۔ کہ یا تو وہ مال و دولت کے یا سرمایہ داری و بادشاہی کے یا عیش و عشرت کے طالب ہیں، انصاف کیجئے تو اس وقت تک دنیا کا تجربہ اس سے زیادہ اور کیا تھا اور اس نے اپنے زمانہ کے حوصلہ مندوں اور شہبازوں کی اس سے بلند پرواز کب دیکھی تھی؟ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا یہ دراصل اس عصر کے ذہن و دماغ اور نفسیات کی سچی نمائندگی تھی اور اس نے جو کچھ کہا وہ زمانے کے احساسات کی صحیح ترجمانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کا جواب دیا وہ نبوت کی صحیح نمائندگی اور امتِ مسلمہ کی حقیقت کا اصلی اظہار تھا آپؐ نے ثابت کر دیا کہ آپؐ ان میں سے کسی چیز کے طالب نہیں، آپؐ جس چیز کے داعی ہیں وہ ان کی ان بلند چیزوں سے اس سے بھی زیادہ اونچی ہے جتنا آسمان اس زمین سے، آپؐ اپنی ذاتی راحت اور ترقی کے لئے فکرمند نہیں بلکہ نوعِ انسانی کی نجات اور اس کی راحت کے لئے بے چین ہیں۔ آپ اس دنیا میں اپنے لئے کوئی مصنوعی جنت بنانے کے خواہش مند نہیں بلکہ جنت سے نکالے ہوئے انسان کو حقیقی جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ اپنی سرداری کے لئے کوشاں نہیں بلکہ تمام انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال کر بادشاہِ حقیقی کی غلامی میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی بنیاد پہ یہ امت بنی اور یہی پیغام لے کر تمام دنیا میں پھیل گئی، اس کے سفیروں نے جو اپنے اندر دعوت کی سچی روح اور اسلام کی صحیح زندگی رکھتے تھے کسریٰ اور قیصر کے بھرے دربار میں صاف کہہ دیا کہ ہم کو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں، دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں اور مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام کے انصاف میں داخل کریں۔ ان کو جب اپنے اصولوں پہ حکومت قائم کرنے اور چلانے کا موقع ملا تو وہ جو کچھ کہتے تھے اور جس کی دوسروں کو دعوت دیتے تھے اس کو جاری کر کے دکھا دیا۔ ان کی معیاری حکومت کے زمانہ میں کسی انسان کی بندگی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اللہ کی بندگی ہوتی تھی، کسی انسان یا جماعت کا حکم نہیں چلتا تھا بلکہ اللہ کا حکم چلتا تھا۔ ان کا حاکم جس کو وہ خلیفہ کہتے تھے معمولی سی انسانی تحقیر پر کہہ اٹھتا تھا کہ لوگ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے تم نے ان کو کب سے غلام بنا لیا؟ ان کا بڑے سے بڑا حاکم بڑی بڑی بادشاہتوں کے دارالسلطنت میں اس شان سے رہتا تھا کہ لوگ اس کو مزدور سمجھ کر اس کے سر پہ بوجھ رکھ دیتے تھے۔ اور وہ اس کو ان کے گھر پہنچا آتا تھا۔ ان کا دولت مند سے دولت مند انسان اس طرح زندگی گذارتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس زندگی کو زندگی اور اس کی راحت کو راحت ہی نہیں سمجھتا۔ اس کی نظر کسی اور زندگی پہ ہے اور اس کو طلب کسی اور راحت کی ہے۔

اس امت کا وجود دنیا کے ہر گوشے میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے علاوہ ایک بالکل دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان ہے اس کا ہر فرد پیدا ہو کر اور مر کر بھی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی طاقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت ہے اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی دوسری زندگی ہے، وہ دنیا میں آتا ہے تو اس کے کان میں اسی حق کی اذان دی جاتی ہے، مرتا ہے تو اسی شہادت و مظاہرہ کے ساتھ اس کو رخصت کیا جاتا ہے۔ جب اس دنیا پہ بے حسی اور موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ اور شہر کی ساری آبادی معاش کی جد و جہد میں سرتاپا غرق ہو جاتی ہے اور دنیا میں مادی ضرورتوں کے علاوہ کوئی اور ضرورت اور محسوس حقیقتوں کے علاوہ کوئی اور حقیقت جیتی جاگتی نظر نہیں آتی۔ اس کی وہی اذان اس طلسم کو توڑ دیتی اور اس کا اعلان کرتی ہے کہ نہیں جسم اور پیٹ سے

زیادہ ایک دوسری روشن حقیقت ہے اور وہی کامیابی کی راہ ہے۔ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح بازار کا شور اس نعرۂ حق کے سامنے دب جاتا ہے اور سب حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور اللہ کے بندے اس آواز پر دیوانہ وار دوڑ پڑتے ہیں۔ جب رات کو پورا شہر میٹھی نیند سوتا ہے اور یہ جیتی جاگتی دنیا ایک وسیع قبرستان ہوتی ہے۔ دفعتاً موت کی اس بستی میں زندگی کا چشمہ اس طرح ابل پڑتا ہے جس طرح رات کی سیاہی میں صبح کی سپیدی نمودار ہو۔ الصلوٰۃ خیر من النوم سے اونگھتی سوتی انسانیت کو تازگی اور تازگی کا نیا پیغام ملتا ہے۔ جب کسی طاقت و سلطنت کا کوئی فریب خوردہ انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا سب سے اونچا پروردگار ہوں) اور ما لکم من الٰہ غیری۔ (میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) کا نعرہ لگاتا ہے۔ تو ایک غریب مؤذن اسی کی مملکت کی بلندیوں سے اللہ اکبر کہہ کر اس کے دعوئے خدائی کا تمسخر اڑاتا ہے اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر حقیقی بادشاہت کا اعلان کرتا ہے۔ اس طرح دنیا کا مزاج بے اعتدالی سے اور اس کا دماغ بہکنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اس عرفان ایمان اور اعلان کا چشمہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت اور آپ کی تعلیم و دعوت ہے اور اب یہی عرفان ایمان اور اعلان دنیا کی حیات نو کا سرچشمہ اور ہر صبح و صالح انقلاب کا واحد ذریعہ

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: النبی الخاتم (صلی اللہ علیہ وسلم)
تحریر: مولانا سید مناظر احسن گیلانی رح
ناشر: مکتبہ رشیدیہ ۳۲ اے شاہ عالم لاہور
قیمت: ۴/۵۰ مجلد بہترین سہ رنگا گردپوش

سیرت النبیؐ دنیا کا سب سے مقدس اور پاکیزہ موضوع ہے۔ لیکن اس کا حق ادا کرنا بڑا مشکل۔ سیرت کے عنوان سے دنیا کی مختلف زبانوں میں جس قدر کتب لکھی جا چکی ہیں کسی اور موضوع پر نہیں بلکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جب کہ سیرت کے عنوان سے کوئی نئی کتاب یا رسالہ مارکیٹ میں نہ آتا ہو۔ لیکن اس پورے ذخیرہ کتب کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ جامعیت اور اختصار کے لحاظ سے شاید "النبی الخاتم" اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہو۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس کے متعلق ایک دفعہ آغا شورش کاشمیری نے لکھا تھا کہ اس کتاب کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کے آرٹ پیپر پر شائع کرانا چاہیئے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ مکتبہ رشیدیہ نے اس کی کتابت و طباعت اور آرائش و زیبائش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بہترین سفید کاغذ پر گلابی رنگ کی بیل لگا کر نیلے رنگ میں عکسی طباعت کرائی گئی ہے۔

کتاب کی افادیت اور جامعیت کے متعلق ہمارا کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جس کتاب کی حد درجہ تعریف مولانا ابو الکلام آزادؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی نے کی ہو۔ اس پر ہماری طرف سے مزید اضافہ ایک جسارت ہی تو ہے ۔۔۔ جذب و محبت اور فلسفہ و منطق بظاہر ایک دوسرے کی ضد ہیں تاہم مولانا مناظر احسن گیلانی اس کا حسین امتزاج تھے اور اسی امتزاج و اتحاد نے ان کی تحریروں کو وہ دلکشی، حسن اور استدلال بخشا ہے جس کا شاہکار "النبی الخاتم" ہے۔ حضرت علامہ گیلانیؒ حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیریؒ کے اجل تلامذہ سے کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ان کی اکثر کتابیں چھپ کر اہل علم و نظر سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ تین ضخیم جلدوں میں سوانح قاسمی لکھی ہے۔ لیکن ان سب میں زندہ جاوید اور شاہکار تصنیف "النبی الخاتم" ہے ۔۔۔ مولانا محمد منظور نعمانی دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

جن دنوں "النبی الخاتم" تصنیف ہو رہی تھی ایک صاحب دل بزرگ نے ایک رات عالم واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمال کی پوری تابشوں کے ساتھ رونق افروز ہیں اور مولانا گیلانیؒ قدموں میں تڑپ رہے ہیں لیکن ان سے نظر بچائی جا رہی ہے۔ صاحب بزرگ نے یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے (جو وہیں موجود تھے) عرض کیا کہ اس بیچارے کو ایک نظر کیوں نہیں دیکھ لیا جاتا ۔۔۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ "اس کو اگر دیکھ لیا گیا تو مر جائے گا" میرے نزدیک یہ مقدس صحبت اور یہ تڑپ اس مبارک تالیف کی صورت مثالیہ اور اس کے مصنف کے پرسوز جذبات کی تصویر تھی۔ ع

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

کتاب کے آخر میں مولانا گیلانی کی معرکۃ الآرا نعت درج ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مکتبہ رشیدیہ کے ناظم مولانا عبد الرشید ارشد نے "النبی الخاتم" سے اپنے مکتبہ کی باقاعدہ ابتدا کی ہے۔ کتاب سے ان کے فنی ذوق کا علم ہوتا ہے۔ ہم انہیں اس کتاب کے شائع کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے اور قارئین سے اس کتاب کے مطالعے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

نام کتاب: "قرآنی فکر انقلاب" تفسیر سورۂ اخلاص و معوذتین
از: حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر: ادارہ حکمت اسلامیہ، ۴۱ اردو بازار لاہور
ہدیہ: ۷۵ پیسے

اس کتابچے میں دکھایا گیا ہے کہ قرآنی انقلاب کا مرکزی فکر کیا ہے؟ اس فکر کی بنیاد سورۂ اخلاص پر ہے اور وہ توحید ہے۔ توحید محض ایک عقیدہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک کائنات گیر حقیقت ہے۔ جس کی تفصیل سورۂ اخلاص کے بعد کی سورۃ الفلق میں واضح کی گئی ہے پھر بتایا گیا ہے کہ یہ محض ایک علمی اور نظری حقیقت نہیں ہے بلکہ سورۃ الناس کے مطابق یہ اجتماع انسانی کے اجتماعی، سیاسی

اور روحانی پہلوؤں پر بھی حاوی ہے۔ غرض قرآنی انقلاب کی ہمہ گیری، گیرائی اور گرائی کے تمام پہلو امام انقلاب حضرت مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت دل نشین اور دانشورانہ انداز میں واضح کیے ہیں۔

قرآنی انقلاب ان حقائق کی موجودگی میں اشتراکی انقلاب کے مقابلے میں نہایت بلند، واضح اور انسانیت گیر نظریہ ہے اور اسلام کے غلبے کی نہایت مضبوط اور پائیدار بنیاد بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم کے اس پہلو کی وضاحت مولانا سندھیؒ جیسے انقلابی ہی کا کام تھا۔ جو انہوں نے بوجہ احسن سرانجام دے دیا ہے۔ اب ہمارے نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ لکیر کے فقیر بن کر ناقص انقلابیوں میں سر دھننے کی بجائے قرآنی انقلاب کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ (عبید اللہ انور)

مغربی پاکستان کے علماء
عالم اسلام کے خیر سگالی کے دورہ پر

۱۳ جون اسلامی مشن پاکستان بہاولپور کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالقادر صاحب آزاد بجمعیت مولانا محمد یوسف صاحب قریشی مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور عالم اسلام کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ وہ افغانستان، ایران اور عراق اور دوسرے ممالک کا دورہ کریں گے۔ وہاں کے خواص و عوام اور علماء میں بیت المقدس کی دوبارہ واپسی کے لئے جذبہ جہاد اجاگر کریں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قبرص، کشمیر اور آذربائیجان و ہندوستان میں مسلمانوں پر مظالم کے خاتمہ کے لئے عالم اسلام میں اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

مغربی پاکستان کے علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے اس وفد کو لنڈی کوتل میں الوداع کہا۔ الوداع کہنے والوں میں مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری اور مولانا اشرف علی خطیب جامعہ مسجد باجوڑی گیٹ پشاور کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ وفد کے اعزاز میں پیر صاحب مانکی شریف دارالعلوم سرحد اور جامعہ اشرفیہ پشاور اور معززین شہر نے پرتکلف اور باوقار دعوتیں دیں۔ آخری ضیافت لنڈی کوتل میں مولانا اشرف علی نے دی۔ وفد نے بہاولپور، لاہور، چکوال، میانوالی، پشاور اور آزاد قبائل کے عظیم اجتماعات میں جذبہ جہاد پر خطاب فرمایا۔

یہ وفد خالصتاً مذہبی جذبہ کی بنیاد، مسلم عوام کی طرف سے مسلم بھائیوں کو پیغام حق پہنچانے جا رہا ہے۔ اس دورہ میں کسی حکومت کا کوئی ہاتھ یا اشارہ نہیں۔

(نذر محمد خان بلوچ ملتان)

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ،

۲۱ جون بروز جمعہ پونے سات بجے شام ریڈیو پاکستان لاہور سے "جمہوری آواز" پروگرام میں "غصہ سے پرہیز" کے عنوان پر تقریر نشر فرمائیں گے۔

۲۲ جون بروز ہفتہ صبح ۵½ بجے بذریعہ ریل کار راولپنڈی تشریف لے جائیں گے۔ تھوڑی دیر کے لئے جامعہ مسجد بھوسہ منڈی صدر میں قیام کرنے کے بعد مری روانہ ہو جائیں گے۔ بعد نماز مغرب شرقیہ مسجد مری میں مجلس ذکر منعقد ہوگی۔

۲۳ جون بروز اتوار دارالعلوم ربانیہ مری کے سالانہ جلسہ کی صدیق چوک میں صدارت فرمائیں گے۔

۳۰ جون بروز اتوار ۵ بجے صبح روانگی بذریعہ بس برائے راہوالی۔ راہوالی سے بذریعہ کار برائے زیارت موضع ببلال (جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں ہے) دس بجے قبل دوپہر روانگی برائے گکھڑ منڈی جہاں بیعت و ارشاد ہوگا۔ ۴ بجے بعد دوپہر روانگی برائے چک سنتہ جہاں بعد از نماز عصر بیعت اور بعد نماز مغرب مجلس ذکر ہوگی۔ اسی روز نماز عشاء کے متصل حضرت مدظلہ، واپس لاہور تشریف لے آئیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

نوٹ: اس سفر میں محترم عثمان غنی صاحب بھی حضرت کے ہمرکاب ہوں گے۔ (حاجی بشیر احمد)

(بچوں کا صفحہ)

بیت المقدس یا مسجدِ اقصیٰ

ابو الریاض بہاولپوری

بیت المقدس کے معنی پاکیزہ گھر کے ہیں اور مراد مسجد اقصےٰ بھی ہے۔ اس مسجد کا ذکر قرآن میں بھی آتا ہے۔ عیسائی بیت المقدس کو یروشلم کہتے ہیں۔ جس کے معنی امن کے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ اس شہر یا ملحقہ علاقہ میں کبھی بھی سوائے اسلامی دور کے امن نہیں رہا۔ اسی علاقہ میں مسلمانوں اور یہودیوں کی جنگ ہوئی ہے۔ گویا پھر سے صلیبی جنگوں کا آغاز ہے اور مسلمانوں کو پھر کسی صلاح الدین ایوبی کی تلاش ہے۔ جو عیسائی اور یہودی دونوں قوموں کے دانت کھٹے کرے۔ اس شہر کی بڑی اہمیت ہے۔ اسے پیغمبروں کا شہر بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے اکثر پیغمبروں کی جائے رہائش اور مدفن یہی شہر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ سلام کا دارالخلافہ رہا ہے۔ مسجد اقصےٰ جس کا ذکر پارہ نمبر ۱۵ کی پہلی آیت میں ہے۔ حضرت سلیمان نے کئی سال میں بنوائی تھی۔ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی امامت اور قیادت بھی اسی مسجد میں فرمائی تھی اور یہیں سے آسمانوں کی طرف عروج فرمایا تھا۔ یہی مقام ایک عرصہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ شہر مسلمانوں کے لیے بہت ہی متبرک ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم مصر سے نکل کر اسی علاقہ میں آباد ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اسی شہر کے قریب زیتون کے پہاڑ پر ہوئی اس لحاظ سے یہودی اور عیسائی بھی اسے متبرک سمجھتے ہیں اور اس سے انکار بھی نہیں مگر مسلمانوں کا حق کئی لحاظ سے فائق ہے۔

قدیم زمانہ میں ملک شام کا علاقہ بہت وسیع تھا۔ لیکن آج کل اس کے حصے بخرے ہو گئے ہیں۔ شام فلسطین اردن اسرائیل اور عراق وغیرہ سب پرانے ملک کے حصے ہیں۔ آجکل بیت المقدس بھی شہر برلن کی طرح دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک حصہ شاہ حسین کے پاس تھا اور دوسرا اسرائیل کے اور درمیان میں صرف ایک دیوار حائل تھی۔ جس کو دیوار گریہ کہتے ہیں۔ یہاں یہودی رو رو کر اپنے کبیرہ گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے اب اس دیوار کو اسرائیل نے گرا دیا ہے۔ گویا اب بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ جو اسلامی غیرت کو ایک چیلنج ہے چونکہ ہر لحاظ سے یہ شہر مسلمانوں کے لیے قابل احترام ہے اسی لیے اسی احترام کے لیے مسلمان برسر پیکار ہیں۔ یہ شہر کئی انقلاب دیکھ چکا ہے دارا اور سکندر نے بھی اس علاقہ کو تاراج کیا بنی اسرائیل بھی دو حصوں میں بٹ گئے تھے بابل اور نینوا کی دو تہذیبیں بھی اسی جگہ پروان چڑھیں اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق اس شہر پر زور رکھا۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو یہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ چنانچہ عیسائیوں نے مسجد اقصےٰ کو ہیکل یعنی بڑے گرجے میں تبدیل کر رکھا تھا۔

جب حضرت عمر کی خلافت وسیع ہوئی تو انطاکیہ فتح کرنے کے بعد آپ نے اپنے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ رضؓ کو بیت المقدس کو فتح کرنے کا حکم دیا اور طویل محاصرہ اور شدت جنگ کے بعد عیسائی صلح پر آمادہ ہو گئے۔ شہر کے لاٹ پادری نے شہر پناہ سے نکل کر کہا۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس شہر کو نبی آخرالزمان کا ایک صحابی فتح کرے گا۔ عمر اس کا نام اور لقب فاروق ہو گا۔ حضرت ابوعبیدہ رضؓ نے لڑائی ملتوی کر دی اور ساری بات چیت حضرت عمر رضؓ کو لکھ بھیجی۔

حضرت عمر حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے بیت المقدس کو چل دیئے آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا اور سواری کے لیے ایک اونٹ جس پر ایک دن خود سوار ہوتے اور دوسرے دن غلام اور خود نکیل تھام کر آگے آگے چلتے جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو اسلامی فوج کے نعرہ ہائے تکبیر سے شہر کے در و دیوار گونج اٹھے۔

عیسائیوں کا جرنیل ارطون پہلے ہی کھسک گیا۔ جب لاٹ پادری نے آپکا نظارہ کیا اور حضرت عمرؓ کا عدل و انصاف دیکھا کہ غلام اونٹ پر سوار ہے۔ اور آپ نکیل تھامے ہوئے ہیں۔ تو اعلان کر دیا کہ یہی وہ شخص ہے۔ جو بیت المقدس فتح کرے گا اور حاکم شہر کو مشورہ دیا کہ چابیاں حضرت عمرؓ کے حوالے کر دی جائیں۔ چنانچہ چابیاں حضرت عمرؓ کے حوالے کر دی گئیں اور ایک عہد نامہ کی رو سے عیسائیوں کو امان دی گئی ان کے گرجے محفوظ کر دیئے گئے۔ اس کے بعد آپ نے شہر کے متبرک مقامات دیکھے باہر نکلے تو صحابہ کبار نے قیمتی گھوڑا اور ایک لباس پیش کیا۔ مگر آپ نے کہا خدا نے ہمیں یہ عزت اسلام کی بدولت عطا کی ہے مجھے شان و شوکت کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد آپ نے مقام صخرہ (حضرت سلیمانؑ کی جائے عبادت) پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اس طرح آپ کی بدولت یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ نماز کا وقت آیا تو پادریوں نے وہیں پڑھنے کو کہا مگر آپ نے ایسا نہ کیا تاکہ مسلمان گرجوں کو مساجد نہ بنا لیں اور کہیں گرجے میں نماز پڑھنے کا جواز نہ ہو جائے۔ مگر پھر چار سو سال کے بعد مسلمانوں کے اختلافات اور عیسائیوں کے اتحاد سے یہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا۔ مگر صلیبی جنگوں میں حضرت صلاح الدین ایوبیؒ نے عیسائیوں کے حکمران رچرڈ کو متعدد بار پے در پے شکست دے کر ایسی کاری ضرب لگائی کہ عیسائی عرصہ تک پھر سر نہ اٹھا سکے۔ صلاح الدینؒ کی وفات کے بعد عیسائیوں نے دوبارہ فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ مگر ترکیہ کے شاہ سلیم اول نے بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ کر کے عیسائیوں اور یہودیوں کو شکست فاش دی اور صخرہ پر سے صلیب اتار کر ہلالی پرچم لہرایا۔

مگر آج سے بیس سال پہلے ۱۹۴۸ء میں عیسائیوں اور یہودیوں کی عیاری پھر رنگ لائی اور مکار یہودیوں کو دنیا کے مختلف ممالک سے اکٹھا کر کے موجودہ اسرائیل میں بسا دیا اور فلسطین کے دو حصے کر دیئے اس میں آدھا اردن کے پاس اور آدھا اسرائیل کے پاس۔ حال ہی میں مغربی ممالک خاص کر برطانیہ اور امریکہ کی مسلسل کوشش سے اسرائیل نے عرب ممالک پر حملہ کر دیا جو کچھ ہوا سب کے سامنے ہے۔ شامت اعمال کہئے یا مسلمانوں کی نا اتفاقی۔ اس وقت اسلام پر پھر جو آفت آپڑی ہے اس کا تقاضا ہے کہ روئے زمین کے مسلمان خصوصاً عرب ممالک متحد ۴

۴- ہو کر عیسائی اور یہود کو دونوں محاذ پر شکست فاش دیں۔

۲۱ رجون ۱۹۶۸ء

۲۰

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴۸۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷/۳۹-۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G۸۸۲/۴۰-۱۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء

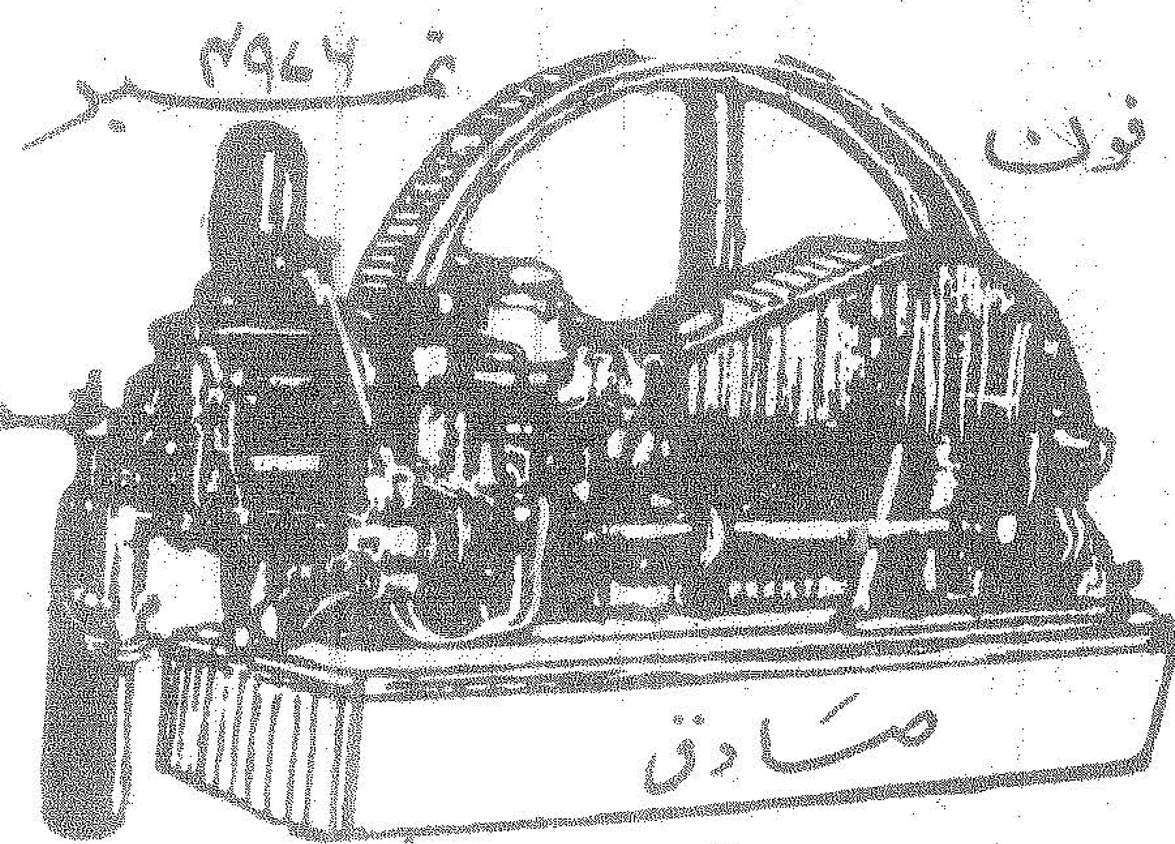
انوارِ ولایت و مقاماتِ ولایت

سید الاولیاء حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کی مبارک زندگی کے مکمل حالات از ولادت سعید یا وفات حسرت آیات کا مطالعہ اگر مقصود ہو تو انوارِ ولایت پڑھیے اور اگر آپ کے علمی و عملی کمالات مجاہدانہ کردار، ہادیانہ روش اور عارفانہ کشف کرامات کو کتاب و سنت کے ظہور قدسی میں دیکھنا ہو تو مقاماتِ ولایت آج ہی خریدیے۔ ہر دو کتب حضرت مولانا قاری عبید اللہ انور مدظلہ العالی جانشین شیخ التفسیر کی مصدقہ ہیں۔

انوارِ ولایت بلاجلد	۳/۵۰	مقاماتِ ولایت مجلد	۷/-
مقاماتِ ولایت ،،	۹/-	ہر دو کتب کا مجلد سٹ	۱۰/-

محصول ڈاک: بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور



صادق انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ (ویسٹ پاکستان)
بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

قرآنِ عزیز

تجلیۂ جدیدہ

رنگین — دیدہ زیب

عکسی طباعت سے مزیّن

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
	۱۲/- روپے	۹/- روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

بہ نظامت و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

ملفوظاتِ طیبات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ عام نسخہ ۲/۲۵ روپے، محصول ڈاک ۱/- روپیہ
کل ۳/۲۵ روپے

بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسال خدمت ہو گی۔

ملنے کا پتہ
دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا